ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانیوالا اکیلا اخبار

پنجشنبہ تاریخ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۴ء

رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۰۱۶ [illegible]

یھدی اللہ لنورہ من یشاء

نور

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے (سے)
" ششماہی " " ایکروپیہ ۱۲ (عہ)
" سالانہ امراء سے سات روپیہ (للعہ)
" " ممالک غیر سے
۸ شلنگ

مقاصد

۱. اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی حقیقت کو ظاہر کرنا
۲. سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔
۳. دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
۴. راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط و مستحکم کرنا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۱۷ | ایڈیٹر:- شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ وودوان برہمچاری | نمبر ۲۲

زنبیل

نور کا سال ۳۰ اکتوبر سے شروع ہوتا ہے۔ اور نور ہمیشہ ختم سال پر ایک پرچہ کی چھٹی منایا کرتا ہے۔ اخیر سال پر چھٹی کا یہ فائدہ رہتا ہے۔ کہ رجسٹرات کو مکمل کرنے اور چٹوں کو از سر نو چھپوانے وغیرہ کے لئے وقت مل جاتا ہے لہذا ۱۷ ستمبر کا پرچہ شایع نہیں ہوگا۔ اس کے بعد انشاء اللہ ۳۰ اکتوبر کا پرچہ خاص آب و تاب سے طلوع ہوگا۔

۱۷ اگست کے پرچہ کو دیکھکر مجھے بہت سے دوستوں نے مبارک باد دی ہے کہ یہ پرچہ بہت خوبی سے مرتب کیا گیا ہے۔ مگر ۳ ستمبر کا پرچہ خدا کے فضل سے ۱۷ ار کے پرچہ کی بہ نسبت زیادہ محنت سے تیار کیا گیا ہے جس کا دوست خود بہتر اندازہ لگا سکیں گے۔ اور انشاء اللہ ۳۰ اکتوبر کا پرچہ اس سے بھی زیادہ حسن خوبی سے جلوہ گر ہوگا مگر اس خوبی اور جلوہ گری کو قایم رکھنا یا ترقی دینا میری نسبت خریداران نور پر زیادہ منحصر ہے۔ اس موجودہ پرچہ کو دیکھکر آپ اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ سکھوں اور آریوں میں تبلیغی نقطہ خیال سے اس وقت ہندوستان میں آپ نور کو بفضل خدا یگانہ روزگار پائیں گے۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے کہ دوست اس کی توسیع اشاعت کی طرف خاص توجہ دیں۔

جیسا کہ میں نے اس اخبار کے ۱۵ صفحہ پر لکھا ہے کہ اس مختصر نازک وقت میں ۳۲۵ احباب میں سے صرف ۵۳ دوستوں نے اپنے فرض کو ادا کیا ہے۔ باقی ۲۷۲ دوستوں پر یہ فرض جوں کا توں ابھی قایم ہے۔ کیا نور پر اس سے زیادہ سخت اور جاں گداز وقت آئیگا۔ جس کے وہ منتظر ہیں بشروع سال میں احباب کرام کو توسیع اشاعت کی طرف توجہ دلانا نسبتاً زیادہ موثر اور مفید ہوا کرتا ہے۔ لہذا سب دوستوں کو اپنے پورے زور کے ساتھ اس طرف توجہ دینی چاہیئے۔ نور کے وہ کون سے دوست ہوں گے۔ جن کے ایک دو دوست نہ ہوں . . . .

. . . .

اور پھر وہ کونسے دوست ہونگے جنہیں نور کی خریداری کے لئے کہا جائے۔ اور وہ انکار کردیں۔ صرف توجہ کی ضرورت ہے میں دوستوں کو خاص توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جس صاحب کے ہاتھ میں یہ ۳ ستمبر کا پرچہ پہنچے۔ وہ اس پرچہ کو بطور نمونہ دوسرے دوست کو دکھلائے۔ اور اسے نور جیسے مجاہد اور غازی پرچہ جو تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کا واحد ذریعہ ہے کی خریداری کی طرف نہ صرف مائل کرے بلکہ بنائے غرضیکہ اس تین سو خریداروں کی کمی کو ۳۰ اکتوبر سے پہلے پہلے دوست پورا کردیں۔ تاکہ میں ۳۰ اکتوبر کے پرچہ میں دوستوں کو یہ خوشخبری پہنچا سکوں۔ دوستو اس وقت ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی سخت ضرورت ہے۔ دشمن نے اپنے پورے کیل کانٹے سے تیار ہوکر اپنی طرف سے اسلام پر دھاوا بولدیا ہے۔ آپ کس گہری نیند میں سو رہے ہیں۔ آج اخبارات سے بڑھ کر تبلیغ کا اور کون سا ذریعہ ہے۔ تو پھر اس ذریعہ کو کیوں مضبوط نہیں بناتے۔ لہذا میں پھر دوبارہ سہ بارہ دوستوں کو خاص تاکید اکید کے ساتھ اس طرف متوجہ کرتا ہوں۔ کہ وہ ۳۰ اکتوبر سے پہلے پہلے اپنی پوری توجہ کے ساتھ ان تین صد خریداروں کی کمی کو پورا کردیں۔ اگر آپ پوری پوری توجہ کریں۔ تو یہ کمی ایک ہفتہ کے اندر اندر پوری ہوسکتی ہے۔

خط و کتابت میں چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ "مینیجر"

حضرت اورنگزیب علیہ الرحمۃ کی بے تعصبی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متعصب ہندو غور سے پڑہیں

غیر مذاہب کے تاریخ نویسوں یا فسانہ نگاروں نے جس بے دردی کے ساتھ حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کیا ہے۔ وہ علم النشر ہے۔ مگر کیا حقیقت میں اورنگ زیب موصوف ایسا ہی تھا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ ہندوؤں کا بہترین ہمدرد تھا۔ اس کے عہد میں ہندو بڑے بڑے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ مختصر فہرست ملاحظہ ہو۔ یہ فہرست سرسری طور سے مآثر عالمگیری سے تیار کی گئی ہے۔ جو عالمگیر رح کے حالات میں سب سے زیادہ معتبر اور مقدم تاریخ ہے۔ اور یہ صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے۔ جو اس زمانہ کے بڑے بڑے عہدہ دار تھے۔ تمام عہدہ داروں اور فوج کے ملازمان کا کوئی ذکر نہیں ہی اور اس میں ان عہدہ داروں کو لیا ہے۔ جو اس زمانہ کے بعد مقرر ہوئے ہیں۔ یا ان کے بعد تک رہے ہیں۔ جب سے عالمگیر کے تعصب کا وقت بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس فہرست میں بعض اور باتیں بھی لحاظ کے قابل ہیں۔ سب سے مقدم کہ اس میں مہارانا اودیپور کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہیں۔ اور اس سے عجب تر یہ کہ سیوا جی کے بے نعداد عزیز اور رشتہ داروں کے نام نظر آتے ہیں۔ حالات پڑہنے سے معلوم ہوگا۔ کہ یہ صرف نام کے عہدہ دار نہ تھے۔ بلکہ معرکوں میں حیرت انگیز جانفشانیاں دکھاتے تھے۔ ان عہدہ داروں میں ہر قسم کے عہدہ دار تھے۔ یہ جملہ عہدے اہل ہنود کو حاصل تھے۔ غالباً اہل ہنود اب تو معترض نہ ہوں گے۔ جب بقول ہندو ایک متعصب مسلمان بادشاہ کے عہد میں ہندوؤں کی یہ قدر و منزلت تھی تو برخلاف اس کے بے تعصب بادشاہوں کے عہد میں ہندوؤں کو جو کچھ عروج ہوگا۔ وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ اب جبکہ روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ کیا کوئی ہندو ریاست اس کا عشر عشیر بھی پیش کر سکتی ہے۔ جذبات کے قابو میں آکر کسی پر الزامات لگا دینا بہت آسان ہے۔ مگر واقعات پر پورے اترنا بہت مشکل ہے۔ ان دونوں ہندو ریاستوں میں مسلمانوں سے جو حسن سلوک ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ برخلاف اس کے آپ اس بادشاہ کا حسن عمل ملاحظہ کریں۔ جنہیں ہندو لوگ خطرناک متعصب کے نام سے پکارتے ہیں۔ کیا یہ خطرناک متعصب آج کل کے وسیع القلب راجوں مہاراجوں سے کئی درجہ بہتر نہیں ہے

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر باضافہ عہدہ یا عطائے منصب سنہ جلوس عالمگیری
راجہ بھیم سنگھ	رج سنگھ مہارانا اودیپور کا بیٹا اور مہاراجہ جے سنگھ کا بھائی تھا	سنہ ۳۱ جلوس عالمگیری میں دکن میں آیا اور بیجاپور کی مہم میں شریک ہوا سنہ ۳۵ میں پنجہزاری کے منصب تک پہنچ گیا
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودیپور کا بھائی تھا۔	سنہ ۳۱ میں دو ہزاری ہوا اور سنہ ۴۱ میں سہ ہزاری ہوا
بہادر سنگھ	ایضاً	سنہ ۴۲ میں ایک ہزار و پانصدی ہوا۔
راجہ مان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	سنہ ۲۶ میں مالال پور و لاہور کا فوجدار ہوا سنہ ۴۲ میں سہ ہزاری تک پہنچا
رچلا جی	سیوا جی کا داماد تھا	سنہ ۲۹ میں پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ وغیرہ ملا
ارجو جی	ساہو پسر سیوا جی کا عمزاد بھائی تھا	سنہ ۳۸ میں منصب دو ہزاری ہوا
راؤ انوپ سنگھ	پسر راؤ کرن	سنہ ۳۱ میں خلعت ملازمت میں تھا
راجہ انوپ سنگھ	”	سنہ ۳۱ میں شکر کا قلعہ دار ہوا
راجہ اودیپ سنگھ	”	سنہ ۳۶ میں ایرج کا فوجدار اور نیم ہزاری ہوا
اودے سنگھ	قلعہ کہلنا کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۷ میں سہ ہزار و پانصدی ہوا۔
بالدیو سنگھ	چندن کالر کا زمیندار تھا	سنہ ۴۹ میں سہ ہزاری ہوا
کاہنوجی کھیر	۔	پہلے پنجہزاری تھا سنہ ۲۹ میں ایکہزاری کا اضافہ ہوا
سرنال لونڈ	۔	سنہ ۴۴ میں قلعہ کا قلعہ دار مقرر ہوا۔
بشن سنگھ	پسر کنور کشن سنگھ پسر راجہ رام سنگھ	سنہ ۲۵ میں ہزار و ہم صد سوار ہوا۔
رام چند	کنہالون کا تھانہ دار تھا	سنہ ۴۰ میں دو نیم ہزاری ہوا
لوک چند	نائب و ملازم شاہزادہ اعظم شاہ	سنہ ۲۹ میں [illegible] رسنگھ کے شکست دینے کے صلہ میں رائے راجان کا خطاب ملا۔
جہاکو سنجال	۔	سنہ ۴۲ میں پنجہزاری منصب ملا۔
جلکیا	نقرب آباد کا دکھیہ	سنہ ۵۰ میں سہ ہزاری ہوا
درگاداس راٹھور	۔	سنہ ۲۹ میں سہ ہزاری کے منصب پر پھر بحال ہوا
روپ سنگھ	ولد راجہ اودت سنگھ	سنہ ۴۱ میں ایک ہزاری منصب پر ترقی ہوئی
سوبھان	کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۳ میں پنجہزاری منصب معہ خلعت و نقارہ
شیو سنگھ	را ہری کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۷ میں ایک نیم ہزاری ہوا
مانڈہانا	پسر راؤ کانہو متعینہ فوج نصرت سنگھ	سنہ ۵۱ میں قلعہ جہت کی تسخیر پر مامور رہا
گوڑداس	ولد منوہرداس گور	سنہ ۴۶ میں شولاپور کا قلعہ دار ہوا۔
راجہ مکنان سنگھ	بہووار کا زمیندار تھا	سنہ ۴۴ میں حاضر دربار ہو کر ہفت صدی پر دو صدی کا اضافہ ہوا۔

منشی محمد داؤد خان ناولسٹ مقام سرائے ترین مراد آباد یو۔پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ازدواج اور تعدد ازدواج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مختلف ممالک اور اقوام کے اغراض نکاح اور ازدواج پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اب تک تاریخی اور روائتی اشکال کے تحت ازدواج کے طریقوں میں عموماً یکسوئی عمل پذیر نہیں ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ ازدواج کا رواج قریباً ہر ملک اور ہر قوم میں پایا جاتا ہے۔ لیکن ابھی تک ازدواج کے طریقے اس قدر مختلف فیہ ہیں کہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک دنیا کی کل قوموں کے نکاح کے طریق ایک سٹیج پر آ سکیں گے۔

خواہ کوئی سا طریقہ کسی قوم کا ہو ضرورت نکاح پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا یا کثرت کے ساتھ لوگ اس کے مخالف نہیں ہیں۔

لیکن پھر بھی یورپ اور اقوام یورپ میں ایسی سوسائٹیاں بھی بنتی جاتی یا بن بن کے بگڑتی جاتی ہیں۔ کہ جو یہ چاہتی ہیں کہ موجودہ کثرت ازدواج کو اڑا کر ایک آزادانہ رواج قایم کیا جائے۔ مثلاً فرانس میں اس قسم کے لوگ بھی پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ کہ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ موجودہ طریق ازدواج ایک سخت پابندی ہے۔ اس واسطے لوگوں کو چاہیے کہ میعادی نکاح کا رواج دیں۔ یعنی جب کوئی مرد یا کوئی عورت چاہے بغیر کسی شرعی قانونی چارہ جوئی کے ایک دوسرے سے جدا ہو سکیں۔

مشکلات نکاح ازدواج

ان باتوں سے پتہ لگ گیا کہ صرف ایک ہی ازدواج کی صورت میں بھی آپس میں افتراق اور جدائی کے اسباب پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے اسباب نہ صرف ایک ہی ملک یا قوم کے ازدواج میں پیدا ہوتے یا ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہر قوم اور ہر ملک کی نسلوں میں ایسے اسباب پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ دیکھو جن ملکوں اور جن قوموں میں طلاق کا رواج نہیں۔ ان میں بھی عملی رنگ میں طلاق پر کسی نہ کسی حد تک عمل ہے۔ ہندو قوم یا ہندو مذہب میں طلاق نہیں اور ہندو قوم کے اکثر اشخاص طلاق کی بابت بہت کچھ نکتہ چینی بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی ساتھ ہی کہتے ہیں کہ ہندو قوم کا نکاح کوئی معاہدہ نہیں کہ ٹوٹ جائے۔ بلکہ ایک دوامی عہد ہے جو مرنے پر بھی نہیں ٹوٹتا۔

لیکن جب ہندو قوم کے اپنے ہی واقعات اس بحث کے متعلق زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ تو آخیر پر یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ دراصل دوسرے الفاظ میں ہندو بھی طلاق کے خواہاں یا طلاق کے موید ہیں۔ اگر ہندو نکاح معاہدہ نہیں ہے۔ تو پھر کیوں بیوگان کے نکاح پر زور دیا جاتا ہے۔ اگرچہ عام طور پر نہیں لیکن بہت سے اشخاص نکاح بیوگان کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ اس پر عمل بھی ہو رہا ہے۔ علاوہ اس کے تھوڑے نہیں بہت سے لوگ اس قسم کے بھی ہیں۔ کہ جن کی بیویاں اور جن کے مرد باوجود نہ شکست ہونے نکاح کے بھی مدت العمر ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں۔ یہ بحث جانے دو کہ اس صورت میں ان کی زندگی کیسے کیسے مشکلات سے گذرتی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ جو قومیں طلاق کی عامل ہیں وہی طریق ہندو بھی اختیار کرتے ہیں اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ نکاح خواہ کسی قوم کا ہو۔ اخیر پر ایک معاہدہ ہی شمار ہوتا ہے۔ اور جو ٹوٹنے کے وقت ٹوٹ جاتا ہے۔

ایک بیوی سے زیادہ بیویاں

جب کوئی شخص پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری ایک یا ایک سے زیادہ کرتا ہے۔ تو اس کو کثرت ازدواج کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خواہ کوئی سی صورت ہو ہر حالت میں ہم ازدواج اور کثرت ازدواج کو معاہدہ وہی کے نام سے تعبیر کریں گے۔ ہم نے اوپر کہا ہے کہ ازدواج کا طریق ایک پرانا طریق ہے۔ اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا بھی ایک پرانا طریق ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ کسی حد تک کثرت شوہر کا طریقہ بھی پرانا طریقہ ہے۔ گو جوں جوں قوموں کی تہذیب ترقی کرتی گئی۔ دوں دوں کثرت شوہر کا طریقہ کم ہوتا گیا۔ لیکن قوموں کی تاریخیں۔ اور روایات شاہد ہیں۔ کہ ایسا ہوتا رہا ہے۔ اور ان قوموں میں کہ جن کی تہذیب ایک پرانی تہذیب شمار ہوتی ہے۔ ایک بیوی ایک ہی وقت میں پانچ تک تو خاوند کر سکتی تھی۔ اسی طرح کثرت ازدواج کا بھی عمل رہا ہے۔ چنانچہ اب تک پہاڑی راجوں میں ایک ہی وقت کے اندر دو بہنیں بھی نکاح میں لائی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ جب ہم ان قوموں کی حالت گذشتہ اور موجودہ دیکھتے ہیں۔ کہ جو قومیں اس وقت بار بار مسلمانوں کے طریق کثرت ازدواج پر نکتہ چین تو ہم پاتے ہیں۔ کہ ایسے لوگوں کی نکتہ چینی یا تو محض ایک بطور مشغلہ کے ہے۔ اور فی الحقیقت جس کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

عیسائی

یورپ کی وہ اقوام جو عیسائی مذہب رکھتی ہیں خصوصیت سے اس طریقہ اسلامی پر معترض ہیں اور زور شور سے اعتراض کرتی ہیں۔ آؤ ہم دیکھیں کہ ان کے بزرگوں خصوصاً ان مشاہیر اعظم کا اس بارے میں کیا طریق عمل رہا ہے۔ یہودی تو اس پر اعتراض کر نہیں سکتے۔ کیونکہ قوم بنی اسرائیل کا تو یہ مسلمہ رواج رہا ہے۔ میری رائے میں عیسائی بھی کچھ نہیں کہہ سکتے یا کم از کم یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان کے مشاہیر قوم نبیوں اور رسولوں کا یہ طریق عمل نہیں تھا۔ حضرت داؤدؑ سلیمانؑ حضرت ابراہیمؑ وغیرہ وغیرہ مشاہیر قوم کی زندگیاں اور عمل بغیر کسی روک ٹوک شاہد ہیں۔ کہ ان میں کثرت ازدواج کی رسم تھی اور زور و کثرت سے تھی۔

عملی کثرت ازدواج

مسلمانوں میں کثرت ازدواج کی اجازت ہے جیسا کہ ہم آگے چلکر ذرا تفصیل سے بیان کریں گے لیکن بقول ایک فاضل انگریز کے کہ مسلمان تو اس وقت تک کثرت ازدواج کے زیادہ ترقولاً

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہی قائل ہیں۔ لیکن اہل یورپ باوجود اس مسئلہ پر نکتہ چینی کرنے کے بھی فعلاً بہت کچھ قائل ہیں۔ وہی انگریز کہتا ہے۔ کہ ازدواج صرف شرعی اور قانونی شرائط سے مشروط نہیں۔ بلکہ کسی حد تک بغیر شرعی و قانونی شرائط کے بھی معمولی ہے۔ مثلاً اگر یہ اعلان کیا جائے۔ کہ سو فی صدی ۴۰ آدمی یا دس آدمی بھی ایمان سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم اپنی ایک بیوی کے ہوتے ہوئے خیالاً اور فعلاً صرف اسی ایک پر قانع رہے ہیں تعجب ہے کہ عیسائی قوم یا عیسائی نکتہ چین باوجود اس قدر کشادہ دلی کے کثرت ازدواج پر معترض ہو جاتے ہیں۔ لیکن دوسرے طریق پر کوئی معترض نہیں ہوتا۔ حالانکہ صدہا واقعات اس قسم کے روز روز گذرتے ہیں۔

آریہ و ہندو

آریہ اور ہندو خصوصیت سے کثرت ازدواج پر نکتہ چینی کرنے لگے ہیں۔ اور اس وقت ان کا طریق نکتہ چینی عیسائیوں سے زیادہ تر خوفناک ہے۔ ان میں سے بعض کوتاہ اندیش لوگ یہ بھی کہتے سنے جاتے ہیں۔ کہ کثرت ازدواج سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ وہ صحیح النسل نہیں شمار کی جاسکتی۔ ہم ایسے لوگوں سے کیا دریافت کر سکتے ہیں کہ کیا آریوں اور ہندوؤں میں کثرت ازدواج بروئے وید شریف کے منع ہے۔ یا از روئے شاستر کے ممنوع ہے یا محض سوسائٹی کے قانون کے پابندی سے نہیں کی جاسکتی۔

اگر بروئے وید شریف کے ہی منع ہے تو ہم یہ دریافت کریں گے کہ آیا جن مشاہیر ہند و مذہب مثلاً وسیشٹ ایک بہت بڑے بزرگ رشی گذرے ہیں۔ ان کی ایک سو بیویاں تھیں۔ ان کی ایک بیوی سے کمردن رشی پیدا ہوئے۔ مہارشی یاگو لکیہ جن کا درجہ ویدک دہرمی رشیوں میں بہت بڑا ہے۔ دو بیویاں تھیں گارگی اور متر گی ان دونوں بیویوں کے علم و فضل کے ہندو اور آریہ قوم مداح ہے۔ شری کرشن جی مہاراج کے والد مکرم واسدیو نے سات عورتوں سے ایک ہی وقت میں شادی کی۔ سب سے چھوٹی یعنی شریمتی دیوکی کے بطن سے شری کرشن جی مہاراج پیدا ہوئے۔ شری کرشن جی مہاراج نے خود متعدد عورتوں سے شادی کی۔ سناتنی تو ان کی ہزاروں بیویاں بتاتے ہیں ان مذکورۃ الصدر مشاہیر ہند و مذہب نے ایک سے زیادہ بیویاں کیں۔ اور ان سے اولاد بھی ہوتی رہی۔ اور اسی اولاد میں سے شری کرشن جی اور شری رامچندر جی بھی پیدا ہوئے تو کیا نعوذ باللہ یہ اولاد جن کی ذریات اب تک ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہی داغ زبوں رکھتی ہے۔ جو کہ ایسے لوگوں کی اولاد پر اس وقت کے نکتہ چین لگاتے ہیں۔ یہ مشاہیر بہ نسبت اس وقت کے لوگوں کے وید شریف کے زمانہ کے زیادہ تر قریب تھے۔ اور زیادہ تر اس کو سمجھتے تھے۔ آیا انہوں نے یہ فعل شریعت وید کا مشروع سمجھ کر کیا تھا یا کہ غیر مشروع اگر مشروع سمجھکر کیا تھا۔ تو اس وقت کے ہندو اور آریہ ذریات اسپر کیوں اور کس دلیل سے معترض ہو سکتی ہے۔ اور اگر انہوں نے وید کو چھوڑ کر صرف اپنی رائے کے ہی کے اختیار سے ایسا کیا تھا۔ تو کیا اسوقت کے دیگر علماء ہندو ان کے اس طریق پر معترض ہوئے تھے۔ یا خاموش رہے تھے۔ اگر خاموش رہے تھے تو ان کی خاموشی کا کیا وزن اور قیمت لگائی جاسکتی ہے اور پھر ایسے غیر مشروع فعل کرنے والوں مثلاً مہارشی یاگو لکیہ اور شری کرشن دیو جی وغیرہ کے متعلق ہندو اور آریوں کی موجودہ ذریات کیا فتویٰ صادر کرتی ہے۔ اور اگر شاستر میں بھی یہ حکم نہیں ہے تو جو استدلال وید کی صورت میں اوپر کیا گیا ہے وہی اس کے متعلق بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

یہ بات کہ یہ طریق عمل کثرت ازدواج کا اس واسطے اب ہندو نہیں تسلیم کر سکتے کہ یہ مسلمانوں کا طریق عمل ہے۔ یا یہ کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی اور اس میں تکلیف ہے۔ تو پھر آریوں اور ہندوؤں کو صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ ہاں ایک زمانہ میں ہمارے بزرگوں کے ہاں بھی یہ طریق عمل رہا ہے اور اس وقت اسپر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ لیکن ہم ایسے ہی اس کو چھوڑتے ہیں۔ جیسے کہ ایک عورت کے واسطے پانچ خاوندوں کا ہونا اس صورت میں یہ بات صاف ہو جائے گی۔ کہ ہندوؤں کے مشاہیر قوم کا اس نکتہ چینی سے دامن صاف تھا۔ اور ان کا ایک سے زیادہ بیویاں کرنا اس وقت اور اس وقت بھی مذہبی نقطہ خیال سے نامشروع اور برا نہیں تھا۔ تعجب تو یہ ہے کہ آریہ اور بعض ہندو اس پر اعتراض کرتے جاتے ہیں۔ اور جب ان سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ آپ کے بڑے بڑے بزرگ جن کی روایتوں پر آپ کا مذہب موقوف ہے۔ اور جن کا طریق عمل بجائے خود ایک مذہب ہی شمار ہو سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس وقت بھی بہت سے ہندو صاحبان بوجہ ضرورت نسل وغیرہ ایک سے زیادہ بیویاں کرتے ہیں۔ تو کیوں اس کو ہندو مذہب کے نقطہ خیال سے مشروع نہ سمجھا جائے۔

شرعی اسلامی کثرت ازدواج

قرآن مجید اور اسلام نے ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ضرورت پر اجازت دی ہے وہ بھی ایک شرط کے ساتھ یعنی اگر مساوات اور انصاف کر سکو تو پھر کرو۔ یہ شرط ایک ایسی کڑی شرط ہے۔ کہ بہت مشکل سے پوری ہو سکتی ہے۔ اسلام نے یہ نہیں کہا کہ جو شخص ایک کے ہوتے دوسری بیوی یا بیویاں نہیں کرے گا اگرچہ اس کو ضرورت بھی ہو تو پھر اسپر یہ ڈنڈ لگایا جائیگا اسلام تو یہ کہتا ہے۔ کہ اگر تم ایک ہی نہیں کر سکتے تو نہ کرو اور اگر چاہتے ہو تو حقوق مساوات کو قائم رکھکر چار تک کر سکتے ہو۔ حکم اور اجازت میں فرق ہے۔ حکم لزوم کو چاہتا ہے۔ اور اجازت اختیاری ہے۔ پنجاب اور ہندوستان میں جو مسلمان رہتے ہیں۔ وہ کثرت ازدواج کرتے ہیں لیکن فی صدی ۱۰ اور پانچ سے زیادہ نہیں۔ اسی پیمانہ کے مطابق سمجھ لیجیئے۔ ہندو بھی فی صدی تین چار تک کرتے ہیں۔

ضرورت ثابت ہے

اگرچہ کسی رنگ میں ہو کوئی اولاد کے واسطے کرتا ہے کوئی بوجہ پہلی بیوی کے بیمار ہونے کے کوئی بوجہ بہشت یا جانی

کے اور یہ ضرورتیں ہر دو اقوام ہندو و مسلمانوں میں عاید ہوتی رہتی ہیں۔ ہم بہت سے ایسے ہندو گنوا سکتے ہیں۔ جنہوں نے افزائش نسل کے واسطے نہ صرف اپنی ارادہ سے بلکہ اپنی پہلی بیوی کے کہنے سے بھی دوسری بیوی کی اور اللہ کریم نے ان کو اس سے اولاد بھی دی اور اس وجہ سے ان میں وہ تنازع ختم ہو گیا۔ جو کہ ورثہ اور جائداد کے پہلو سے بصورت عدم اولاد نرینہ پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ سوامی دیانند صاحب بھی اس ضرورت کے اپنی زندگی میں قائل تھے۔ اگر وہ اسلام کی حکیمانہ اجازت پر غور مزید کرتے تو انہیں غالباً نیوگ ایسا حیا سوز مسئلہ تجویز نہ کرنا پڑتا۔

کثرت ازدواج تو وہ ہے۔ جسے پرانے بزرگان ہندو مذہب اور اس عہد کے بعض ہندو بھی ضرورتاً تسلیم کرتے یا کر چکے ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں نیوگ کا مسئلہ جو سوامی دیانند صاحب نے تجویز کیا ہے۔ ایسا مسئلہ ہے۔ کہ جسکو نعوذ باللہ نا تو ہندوؤں کے مشاہیر قوم نے قبولا ہے۔ اور نہ عوام الناس نے اس پر صاد کیا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ آریہ اخبارات بار بار اس بحث کو زیر بحث لائیں۔ اور بار بار درشت الفاظ میں اس کا ذکر کریں۔ ہمیں یہ بتلائیں کہ یہ وہی مسئلہ تو نہیں ہے۔ اور وہی کثرت ازدواج تو نہیں ہے کہ جس کا طریق عمل حضرت سری کرشن مہاراج جی اور شری رام چندر اور مہارشی یاگولکیہ کی زندگیاں پتہ دے رہی ہیں۔ یوں ہی اس بحث کو نہ ٹالدو صحیح طور پر کہنا چاہیئے کہ آیا یہ طریق عمل ہندو مذہب ویدک مذہب، شاستر مذہب سوشل قوانین کے لحاظ سے ایسا ہی معیوب ہے۔ جیسا کہ اس وقت عموماً آریہ مہاتما سمجھ رہے ہیں۔

ہم اس بات پر اس واسطے زور دیتے ہیں تاکہ آریہ صاحبان کے ان جوابات سے شری کرشن جی اور شری رام چندر جی اور مہارشی یاگولکیہ جی وغیرہ کا دامن شہرت و عصمت پاک ہو جائے۔ کیونکہ جو لوگ یہ کہتے یا سمجھتے ہیں کہ کثرت ازدواج واقعی ویدک مذہب میں جائز نہیں۔ تو پھر ان بزرگان ہندو مذہب کا دامن عصمت اور دامن شہرت کیونکر پاک و صاف رہ سکتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

محمود غزنوی کی صداقت اور پروفیسر رامدیو کی شہادت

پروفیسر رام دیو ۵ اگست کے پرتاپ میں لکھتے ہیں کہ جب محمود غزنوی سومنات کے جگمگاتے مندر میں پہنچا۔ محمود نے غصہ میں آکر مورتی پر وار کیا۔ پجاریوں نے کروڑوں روپیہ مورتی کو بھنگ نہ کرنے کے بدلے میں دینے کا وعدہ کیا لیکن بت شکن محمود نے ایک نہ مانی مورتی توڑ دی گئی۔ مورتی نے ہندوؤں کی کچھ بھی حفاظت نہ کی۔" ایک وقت تھا جبکہ ہندوؤں کی طرف سے محمود غزنوی پر یہ الزام لگایا جاتا تھا۔ کہ اس نے محض ہندوستان کو لوٹنے اور روپیہ کی لالچ سے ہندوستان پر بار بار حملے کئے مگر یہ شہادت صاف بتلاتی ہے۔ کہ اگر محمود کو روپیہ کے ساتھ ایسا ہی پیار تھا۔ تو وہ کروڑوں روپیہ کے بدلے بت شکنی کرنے سے باز آجاتا۔ مگر نہیں نہیں اس نے کروڑوں روپیہ کے لالچ پر لات مار کر خدائے واحدہٗ لاشریک کے بول بالا کرنے کو ترجیح دی۔ اس شہادت کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے۔ کہ محمود ہندوستان کو توحید کا سبق پڑھانے کے لئے نہیں آیا تھا۔

ہندو دستو

شری پت ٹی سی گوسوامی کی یہ رائے ہندوؤں کو گوش ہوش سے سننی چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "میں اپنے ہندو بھائیوں کو یہ امر ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ سڑکوں کے استعمال کا جو حق اس قدر زور کے ساتھ جتلایا جاتا ہے۔ ذرا اس حق کو کلکتہ کے یورپین حصہ میں تو استعمال کر کے دیکھیں۔ وہاں اس غرض سے تو یہ حق ان سے نہیں چھینا جاتا۔ کہ کسی کی نماز یا دعا میں خلل پڑے گا بلکہ اس حصہ میں شام ڈک اور میری کے آرام و آسائش میں خلل انداز ہونے کے امکان کو مدنظر رکھکر بڑی سختی کے ساتھ اس حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ سمندر پار سے اس ملک میں آئے ہیں۔" (پرتاپ ۵ اگست)

کیا اپنے سوامی کے اس معقول مشورہ پر ہندو لوگ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔ نہیں بظاہر مشکل کیونکہ آجکل ہندوؤں کی ذہنیت کا یہ عالم ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے متعلق کسی معقول سے معقول رائے پر بھی غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔

باجہ کی بدعت ہندوؤں کی اپنی ایجاد ہے

ہندوؤں کا دہلی کا اخبار ایشیا اپنی ۶ جولائی کی اشاعت میں اپنے ہندو بھائیوں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ "ہندو بھائیو! موجودہ وقت میں جو جو آفتیں تمہارے اوپر آ رہی ہیں۔ ان کے اسباب پر جہاں تک ہم نے غور کیا ہے۔ آپ کے وہ رسم و رواج ہیں جو زمانہ گذشتہ میں کسی وجہ سے بدرسمیاں جاری ہو گئی تھیں۔ وہ اب تک بلا ضرورت رائج چلی آتی ہیں چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے۔ ہم باجہ اور برات کے سوال کو لیتے ہیں۔ کہ یہ کب اور کیوں رائج ہوا۔ واضح ہو کہ منوسمرتی ہندوؤں کا مستند اور قدیم قانون ہے اس میں اس کی کہیں اجازت نہیں کہ دولہا کے پیش پیش اونٹ اور جھنڈیاں اور تاشے اور ڈھول باجے ہوں یا اس قدر آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ اور شور و غوغا ہو جیسا کہ فی زمانہ ہوتا ہے!"

کیا ایک بدعت کو قایم رکھنے کے لئے ہندوستان کے کرۂ ہوائی کو بدامنی کے جراثیم سے ملوث کرنا کوئی عقلمندی کا فعل کہلا سکتا ہے۔ کاش ہندو اپنے بھائی ایڈیٹر ایشیا کی نصیحت کو ہوش کے کانوں سے سنیں مگر باجہ کے متعلق ہندوؤں کی ضد آج کل زوروں پر ہے انھیں اس امر کی پرواہ نہیں کہ بدعت ہے۔ یا کچھ اور وہ زبان حال سے اپنی ضد کا بین الفاظ اعلان کر رہے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روغن چراغ باتر بوز خوردن اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ

کون منہ آتا ہے

ایڈیٹر پرکاش اپنے ۲۹ اگست کے اشو میں نہایت بھولے پن سے لکھتا ہے کہ "مسلمان آریوں کے منہ کیوں آتے ہیں"۔ آج سے خاصی مدت پہلے جبکہ ہندو اور مسلمان باہم بھائیوں بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے سانجھی تھے۔ آریوں کے مہارشی سوامی دیانند صاحب نے ایک کتاب جس کا نام ستیارتھ پرکاش اور آریوں کا پانچواں وید ہے لکھی۔ اس کے چودھویں باب میں سوامی موصوف نے مسلمانوں کے ہادی جس کا نام سنکر آج بھی بڑے بڑے بادشاہ تخت سے اتر پڑتے ہیں کو پانی پی پی کر کوسا اور مسلمانوں کی کتاب قرآن پاک جس کے ایک ایک حرف پر مسلمان سو جان سے قربان ہو جانا اپنے لئے دو جہانوں کی نیکی سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کی شان مبارک میں نہایت گستاخی کے ساتھ زبان کھولی۔ آریہ سماج اپنے جلسوں میں خواہ مخواہ کی چھیڑ خانی کرتا ہے۔ اسی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے آریہ سماج نے "رنگیلا رسول" اور "وچتر جیون" نامی نہایت دلآزار اور گندی کتابیں لکھ کر مسلمانوں کے ہرے زخموں پر نمک پاشی کی اب ایڈیٹر پرکاش اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کون منہ آتا ہے۔

اسکا جواب سوامی شردہانند سے سنو

پرکاش اپنے ۲۹ اگست کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی سینہ زوری اہل دانش کے لئے وجہ حیرت بن رہی ہے۔ کہ ہندو جلوسوں کے باجہ پر تو وہ بیخ پا ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہی باجہ فوجی جلوس کے آگے بجتا چلا جاوے۔ تو کسی نمازی کو حوصلہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ اس کے بند کئے جانے کا مطالبہ کرے کیا اس لئے۔ کہ اس کی پشت پر کلدار توپیں ہوتی ہیں۔ اور ہندوؤں کو نہتے اور کمزور دیکھ کر ان پر پل پڑنا آسان سمجھ لیا جاتا ہے!!

اس کا جواب آریوں کے سوامی شردہانند یوں دیتے ہیں۔ کہ "تم کلدار توپوں کے ڈر کے مارے فوج والوں سے تو گائیں چھین نہیں سکتے مگر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں"۔

فرمائیے مہاشہ پرکاش اب کھیر پورا ہوا۔ افسوس آریوں کی ذہنیت کو کیا ہو گیا۔ کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ملک کے امن جیسی قیمتی چیز کو قربان کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ بقول ہندو ایڈیٹر "ایشیا" کہ باجہ بجانا کوئی دھارمک فعل نہیں یہ صرف ہندوؤں کی ایجاد ہے۔ مگر برخلاف اس کے قربانی گاؤ مسلمانوں کا ایک مذہبی فعل ہے۔ مگر ۱۹۲۰ء میں جبکہ ہندوؤں کی نیتوں میں فرق نہیں آیا تھا مسلمانوں نے قربانی گاؤ قریباً معدوم کر دی تھی کاش ہندو مسلمانوں کی اس قربانی اور ایثار کی قدر کرتے تو آج ہندوستان کو یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

مسلمانو غور کرو

پرتاپ اپنے ۲۳ اگست کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ آریوں کے منصوری پر نگر کیرتن بند کر دینے پر منصوری کے آریوں، ہندوؤں، سکھوں، جینیوں کا ڈیپوٹیشن حکام ضلع کی خدمت میں حاضر ہوا"۔ آریہ بت شکن اور ہندو بت پرست۔ سکھ ویدوں کے منکر اور آریہ وید پرست، جینی خدا کے منکر اور آریہ خدا تک کے مدعی ان ہر چہار مذاہب کے بنیادی اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں یہ چاروں ایک برخلاف اس کے مسلمانوں کا قبلہ ایک رسول ایک، کتاب ایک، کلمہ ایک، مگر پھر بھی ان کے رستے جدا جدا مسلمانو کم از کم اغیار کے سامنے تو ایک ہونا سیکھ جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو تمہاری باہمی پھوٹ اور بے اتفاقی تمہاری حالت فاقہ مستی سے بھی بدتر بنا دے گی۔ اور تمہیں ذلت کے گڑھے میں دھکیل دے گی۔ مسلمانو سمجھو سوچو کس گہری نیند سو رہے ہو

یہ فخر کسکو حاصل ہے

یہی پرتاپ اپنے ۲۳ اگست کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ آریہ سناتنیوں کی عبادت کو اویدک سمجھتا ہے لیکن ویدک سبھیتا (تہذیب) میں پلا ہوا آریہ سماج کبھی خیال میں بھی نہیں لا سکتا۔ کہ انہیں اویدک عقاید سے باز رکھنے کے لئے جبر کو کام میں لائے یا تلوار کا ڈر دکھائے۔ یہ فخر اسلام کو ہی حاصل ہے"!

اب ذرا اس کے متعلق سوامی دیانند صاحب کا فتویٰ بھی سن لو۔ ادہرمی (جو وید نہیں مانتا ستیارتھ صفحہ ۴۶۷) خواہ سب سے بڑھ کر صاحب حوصلہ و حیلہ اور نہایت طاقتور اور صاحب لیاقت بھی ہو تو بھی اس کی بربادی و تنزل و تخریب میں لگا رہے"! ستیارتھ صفحہ ۴۸۴، اور ملاحظہ ہو جو شخص وید اور وید کے مطابق کتابوں کی بے عزتی کرتا ہو اس منکر وید کو اپنی ذات اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے"! پھر اسی پر بس نہیں رگ وید بھاش مطبوعہ سمت ۱۹۳۵ بکرمی صفحہ ۲، پر سوامی موصوف لکھتے ہیں کہ

"جو نندک (ویدوں کو نہ ماننے والے) آدمی ہیں وہ سب ہم لوگوں کی جائے رہائش سے دور چلے جاویں۔ نہ صرف یہی کہ ہمارے ملک ہی سے بلکہ دیگر ممالک سے بھی دفع ہو جاویں"! مطلب یہ کہ ادہرمی (جو ویدوں کو نہیں مانتے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۶۷) لوگ کسی ملک میں بھی نہ رہنے پاویں" واہ واہ اس تہذیب کے کیا کہنے!۔

ہندوستان میں امن کیوں ہے

محض اس لئے کہ اس پر انگریزوں کی حکومت ہے۔ اگر آج خدانخواستہ پانچ منٹ کے لئے بھی خدا آریہ سماج کو ناخن دیدے۔ تو سب سے پہلا حکم آریہ پارلیمنٹ سے یہ صادر ہو۔ کہ جتنے سکھ۔ جتنے جینی جتنے دیو سماجی، جتنے برہمو سماجی، جو ویدوں کو نہیں مانتے وہ یا تو ویدوں کے سامنے اپنا سر جھکائیں۔ ورنہ یکدم بوریہ بستر باندھ کر ہندوستان سے رفو چکر ہو جائیں اور ساتھ ہی آریہ پارلیمنٹ سے یہ مراسلہ بھی ہمسایہ سلطنتوں کے نام جاری ہو جائے۔ کہ ان لوگوں کو اپنے ملک میں نہ رہنے دیا جائے۔ کیونکہ وید مقدس کی یہی آگیا ہے۔ ادہرمی پرش (ویدوں کو نہ ماننے والے) کسی ملک میں بھی نہ رہنے پاویں"! بتلائیے اگر خدانخواستہ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ڈور آجائے تو کس طرح ہندوستان کی اینٹ سے اینٹ کھڑک سکتی ہے۔ اور کس طرح ہندوستان کی کروڑہا مخلوق پر عرصہ حیات تنگ ہو سکتا ہے۔ لہذا سب لوگوں کی یہ دعا ہونی چاہیئے کہ یہ ساعت ہندوستان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو کبھی بھی نصیب نہوا۔ باقی رہا ایڈیٹر پرتاب کا کہنا کہ اسلام مذہب کے لئے تلوار اٹھاتا ہے۔ کئی صدیاں ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت رہی۔ اگر مسلمان مذہب کے لئے جبر کرتے تو آج ایک بھی سنگھٹنی ہندو نظر نہ آتا۔ مغلیہ سلطنت کے عہد میں ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۱½ کروڑ تھی۔ اب ۵½ کروڑ کس تلوار سے مسلمان ہوئے دلائل اور براہین کی تلوار سے جس مذہب کی تعلیم ہو کہ لا اکراہ فی الدین خدا کی قدرت اس مذہب کے منہ آنے کی وہ مذہب جرات کرتا ہے جسکی تعلیم یہ ہو۔ کہ جو ویدوں کو نہیں مانتے وہ صفحہ ہستی پر ہی نہ رہنے پائیں شعر

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

جوں لیلو کنگ ویدو

لالہ لاجپت رائے نے ایک چٹھی ٹائمز میں شایع کرائی ہے۔ جسمیں آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر سر علی بیگ اپنے ہم مذہبوں کو اس بات پر آمادہ کرلیں کہ اگر وہ تمہیں لیجیٹو کونسلوں اور لوکل باڈیز میں اپنے جائز حصہ پر قناعت کریں گے۔ تو میں شدھی کی تحریک سے اشتعال انگیز عنصر نکالدونگا۔"

گویا ہندو لیڈر خود اس امر کے معترف ہیں کہ شدھی میں اشتعال انگیز عنصر ضرور ہے۔ اور وہ اشتعال انگیز عنصر اس لئے داخل کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان اپنے تناسبی حصہ کے حصول کے لئے مصر ہیں۔ اگر مسلمان یہ حصہ چھوڑدیں تو ہندو لیڈر بھی تحریک اشدھی سے اس اشتعال انگیز عنصر کو نکالنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔ کیا اب تحریک اشدھی میں اشتعال انگیز مادہ کی موجودگی میں کسی کو کوئی شبہ رہ سکتا ہے۔ "جوں لیلو اور کنگ ویدو" اسی کو کہتے ہیں۔

ویدک پھلجھڑیاں

۲۴۔ جولائی کے پرکاش میں اتھروید ۱۲۔۳۔۳۹ کا یہ دلچسپ ترجمہ کیا گیا ہے جو بغرض تفریح ہدیہ ناظرین ہے۔

"ہے پتنی۔ پتنی جو تجھ سے الگ ہو کر پکاتی ہے۔ یا ہے پتی جو تجھ سے چھپ چھپ کر پکاتا ہی ایک گرہستھ لوگ کو مل کر سمباوت کرتے ہوئے دونوں اس کرم کو اکٹھا ملادو۔ تم دونوں کا دہ دہ کرم مل کر ہو"۔

دیکھا یہ ہے ویدمقدس کی معرفت اور گیان کا ادنی سا نمونہ۔ اسمیں دو روٹھے ہوئے میاں بیوی کا ذکر ہے جسمیں بیوی علیحدہ پکا کر کھاتی ہے۔ اور میاں چھپ چھپ کر پکاتا ہے۔ اور انھیں یہ کہا گیا ہے۔ کہ نہیں تم دونوں اکٹھے مل کر کھانا پکایا کرو۔

بھلا اس تعلیم کے لئے ویدک الہام کی کیا ضرورت تھی۔ اور اس منتر کی موجودگی میں قدامت وید کہاں گئی کیونکہ یہ اس وقت کا نازل شدہ منتر ہے جبکہ دنیا کا تمدن اس حد تک ترقی کر چکا تھا کہ میاں بیوی باہمی لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے سے روٹھ کر علیحدہ علیحدہ اپنا کھانا دانہ پکایا کرتے تھے:

مسٹر خدابخش کی سنتے ہو تو لالہ مولراج اور لاجپت رائے کی کیوں نہیں سنتے؟

کسی مسٹر خدابخش نے بقرعید کے موقعہ پر قربانی گاؤ سے اختلاف کیا ہے۔ اس پر ایڈیٹر پرکاش کی بن آئی کہ دیکھو مسٹر خدابخش کی کیوں نہیں سنتے۔ پیشتر اس کے کہ مسلمان مسٹر خدابخش کی سنیں پہلے آریہ سماج کو لالہ مولراج اور لالہ لاجپت رائے کی سننی چاہیئے۔ جو ویدوں کو سرے سے خدا کا کلام ہی نہیں مانتے بلکہ یہی نہیں بہت سے آریہ سماج کے سبھاسد ممبر، سکرٹری اور صدر تک ویدوں کو خدا کا کلام تسلیم نہیں کرتے۔ دیکھو ستیہ دھرم پرچارک ۹ مارچ ۱۹۱۰ء و ۲ اکتوبر ۱۹۱۲ء اگر ستیہ دھرم کا فائل پرکاش کے دفتر میں نہ ہو تو پھر دیکھو اخبار پرکاش ۲۳۔ جیٹھ سمت ۱۹۷۷ بکرمی۔ ایک خدابخش کیا اگر ہزار خدابخش بھی مسلمانوں کو ان کی مسلمات سے دور کرنا چاہیں۔ تو مسلمان ان کو اس گستاخی پر فوراً ڈانٹ دیں گے۔ مگر کیا ایڈیٹر پرکاش میں یہ جرات ہے۔ کہ وہ اپنے مذکورۃ الصدر تحریر کے مطابق ان لوگوں کے نام تک تو لے سکے۔ جو باوجود آریہ سماج میں ذمہ واری کی حیثیتیں رکھتے ہوئے ویدوں اور خدا کو سرے سے ٹھکرا دے رہے ہیں۔ پرکاش میں یہ جرات کہاں ایڈیٹر پرکاش کسی اور کی نسبت اسے زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔ کہ آریہ سماج درحقیقت کوئی مذہبی سوسائٹی نہیں بلکہ ایک سیاسی گروہ ہے۔ ویدوں اور پرماتما کی آڑ صرف سادہ لوحوں کو قابو میں رکھنے کے لئے ہے اور بس۔

ویدوں میں گوشت خوری

پرکاش آریوں کے مشہور لیکچرار پنڈت بھگوت دت کو مخاطب کرکے لکھتا ہے۔ کہ کیا یہ اُپہتی شبد کا ارتھ ہے۔ کہ اس کے لئے بڑا بیل یا بڑا بکرا پکایا جائے (ویدک کوش صفحہ ۱۰۴) آپ نے یہ ارتھ صرف دے ہی نہیں دیا آپ نے تو اس کی پشٹی (تائید) پورانک (قدیمی) گرنتھوں سے بھی کر رکھی ہے۔ کہ کہیں کوئی وید کا ودوان دوسرا ارتھ نہ کر جائے۔ بیل کیوں چھوڑ دیئے اور بڑی داڑھی والا بکرا (کا غانی بکرا نودا) کیوں چھوڑتے؟"

اس وقت آریہ سماج میں دو پارٹیاں ہیں ایک ماس پارٹی اور دوسری گھاس (سبزی خور) پارٹی کے نام سے مشہور ہے۔ ماس پارٹی نے اپنی تائید میں کئی ایک کتابیں بھی لکھی ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ویدوں وغیرہ میں ماس خوری کی اجازت ضرور ہے۔ ورنہ آریوں میں ایک پارٹی اس کی تائید کے لئے کھڑی نہ ہوتی۔ لہذا آریوں کے سبزی خور گروہ کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ گوشت خوری کے متعلق مسلمانوں کے منہ آنے سے قبل پہلے اپنے بھائیوں سے نبٹ لیں۔

لڑاکے پن کی حد

پنڈت چموپتی نے ۲۵ جولائی کو آریہ سماج وچھووالی میں لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ "مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ آریہ سماجی سب سے لڑ پڑتے ہیں۔ اور اگر کسی سے نہ لڑیں تو یہ آپس میں ہی لڑ پڑتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آپس میں لڑنے کا موقعہ نہ ملے تو ہم اپنے ساتھ لڑ پڑتی ہیں۔ کیونکہ جو تلوار کام نہ آئے۔ وہ زنگ آلود ہو جاتی ہے"! (پرکاش ۲۸۔ جولائی)

کیا اس سے بڑھ کر بھی دنیا میں کہیں لڑاکے پن کی نظیر مل سکتی ہے۔ اب کس منہ سے آریہ سماج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ کہہ سکتی ہے۔ کہ اس کو لڑائی جھگڑہ سے نفرت ہے۔ خدا کے لئے آریہ سماج اگر اور نہیں تو اس ہندوستان کی بدقسمتی پر رحم کر کے تھوڑی دیر کے لئے اپنی اس عادت سے کنارہ کشی اختیار کرے تو بلاشبہ یہ آریہ سماج کا اس ملک پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت

پرکاش اپنے ۲۴۔ جولائی کے اشو میں لکھتا ہے کہ:۔

"پہلے دنوں میں آریہ سماجوں کے رجسٹر تک اردو زبان میں ہوا کرتے تھے۔ اور بعض کے انگریزی میں۔ آریہ سماجوں کے حساب کے رجسٹر تو بہت دیر تک انگریزی میں رہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ اب بھی ہوں۔ اب بھی ایسی آریہ سماجیں ملیں گی۔ جن کے نام رجسٹرار دو میں ہیں آریہ سماجوں سے کیا شکایت ہے۔ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب جو آریہ سماجوں کی شرومنی سبھا ہے۔ اس کی کارروائی سالہا سال تک اردو میں لکھی جاتی رہی۔ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کی تمام کارروائی آریہ بھاشا میں ہونی چاہیئے۔ یہ سب سے پہلے سرگ باشی ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج کو سوجھا۔ اور انہیں اس کا سچا فخر رہیگا۔"

غرضیکہ ایڈیٹر پرکاش نے اردو کی بجائے ہندی کی حمایت میں اپنے پورے ۴½ کالم سیاہ کئے ہیں۔ مگر مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ہندی کا انوکھا حامی اپنی اخبار کو خود اردو میں لکھتا اور شایع کرتا ہے۔ اور جب اس بااصول شخص نے ہندی کی حمایت میں ۴½ کالم تحریر جس کا ایک ایک لفظ اردو میں تھا تو اس وقت اس شخص کا ضمیر اسے کیا کہتا ہوگا۔ اصول دیانت اور امانت اس امر کا تقاضہ کرتی ہے۔ کہ یہ ہندی کا حامی بلکہ اپنے اخبار کو بجائے اردو کے ہندی میں شایع کرنا شروع کر دے۔ ورنہ ایسے موقع پر اگر لوگ یہ کہیں کہ خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت تو حق بجانب ہوں گے۔

شدھی یا تبلیغ شر انگیز طریق کونسا ہے

۲۸۔ جولائی کا پرکاش تبلیغ کا شر انگیز طریقہ کے عنوان سے لکھتا ہے کہ:۔

"تحریک شدھی گردن زدنی ہے۔ اس لئے کہ اس تحریک کے ذریعہ ان لوگون کو اپنے آبائی دھرم میں واپس لیا جاتا ہے۔ جس میں وہ کبھی خود یا ان کے آبا و اجداد تھے۔ لیکن تبلیغی باوجودیکہ ہندو دھرم کے مذہبی قلعہ کے اندر چوری کے جرم کی مرتکب ہوتی ہے۔ انصاف پسند مسلمانوں کی نظر میں معصوم ہے حال میں شدھی کے مقابلہ پر ایک احمدی اخبار نے تبلیغ کا ایک شر انگیز طریق نافذ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ پنجاب کے ۳۲ ہزار دیہات ہیں جن میں بیس ہزار گاؤں مسلمانوں کے ہیں۔ ان بیس ہزار دیہات کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کے ہاں جس قدر ہندو اچھوت ہیں۔ ان کو مسلمان بنالیں۔ مولویوں کے ذریعہ نہیں بلکہ زمینداروں کے ذاتی رسوخ کے ذریعہ۔ گویا ہندو دھرم کو دھرم سے ثبت کرتے کے لئے تبلیغ سے بڑھ کر جبر سے کام لیا جائے گا۔ اور اس شر انگیز طریق کے اختیار کرنے پر بھی تبلیغ معصوم کی معصوم رہے گی۔"

پرکاش غور کرے

ہم نے پرکاش کا سالم نوٹ دیدیا ہے۔ اس میں پرکاش نے مسلمانوں پر حسب ذیل الزامات لگائے ہیں۔

(۱) احمدی اخبار نے شر انگیز مضمون لکھا (۲) تبلیغ چوری کے مترادف ہے (۳) زبردستی مسلمان بنانے کے لئے کہا گیا ہے۔ ان ہر سہ الزامات میں اتنی بھی صداقت نہیں جتنی کہ ماش پر سفیدی ہوتی ہے اول ہم شر انگیز مضمون کی شق کو لیتے ہیں یہ وہی مضمون ہے جو "تبلیغ زمیندارہ" کے عنوان سے ۳۔ اگست کے نور میں چھپ چکا ہے۔ ہم ایڈیٹر پرکاش کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس ½ کالم کے مضمون میں ایک لفظ تو ایسا نکال کر دکھلا دے جس میں شرارت کا سان و گمان بھی ہو سکتا ہو۔ سنو مضمون میں صاف لکھا ہے کہ:۔

"خواہ مخواہ اذان یا مسجد کے سامنے باجہ بجانے وغیرہ امور کے متعلق بعض دفعہ وہ مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو دیر تک دونوں اقوام کے لئے پرخاش کا اور تکلیف زائد کی محرک ہوتی ہیں۔ اگر خلوص اور بردباری سے کام لیا جاوے۔ تو اس قسم کے واقعات کبھی بھی ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ ہم اس ضمن میں گاؤکشی کے واقعہ کو بھی رکھتے ہیں۔ کچھ ضرورت نہیں کہ خواہ مخواہ دیہات میں گاؤکشی کا جھگڑہ پیدا کیا جائے"!

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی امن کی راہ ہو سکتی ہے کیا ایڈیٹر پرکاش کو وہ وقت بھول گیا۔ جبکہ آریہ سماجی گروہ در گروہ ملکانہ دیہاتوں میں جاتے تھے۔ اور خام عقیدہ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے گمراہ اور مرتد کرنے کے لئے لالچ اور ڈرانے دھمکانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہ رکیوں جائیہ حال ہی کا واقعہ ہے۔ کہ دو مسافر مسلمان لڑکوں کو آریہ سماج نے ورغلا اور پھسلا کر آریہ سماج بریلی کے یتیم خانہ میں محبوس کیا گیا۔ آخر کئی ماہ کے بعد بڑی جستجو سے لڑکوں کے والد کو پتہ لگا۔ اور اس نے کلکٹر کی اعانت سے لڑکوں کو آریہ سماج کی حراست سے رہا کرایا۔ بتلایئے کہ جبر اور شر انگیز طریق یہ ہے یا وہ جس میں باجے کے جھگڑے سے اور گائے کشی سے کنارہ کشی کی ہدایت کی گئی ہے

تبلیغ اور شدھی

پرکاش کہتا ہے کہ تبلیغ چوری اور ڈاکہ زنی کے مترادف ہے۔ مگر میرے خیال میں اگر تعصب اور ضد کی پٹی کو اتار کر کوئی شخص غور کرے گا۔ تو وہ تبلیغ کی نسبت تحریک شدھی کو اس الزام کے نیچے زیادہ پائیگا۔

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ تبلیغ اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ کوئی مسلمان بغیر تبلیغ کے رہ نہیں سکتا ہر مسلمان کی یہ دلی خواہش رہتی ہے۔ کہ جس طرح میں خدا کے دین کو اختیار کر کے گمراہی اور ضلالت سے نکلکر نور ہدایت کی طرف آگیا ہوں۔ خدا کرے تمام دنیا اس ہدایت کے نور سے منور ہو جائے۔ اس لئے وہ اوروں کو بھی ہدایت کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر برخلاف اس کے ہندو یا آریہ مذہب کوئی تبلیغی مذہب نہیں تحریک اشدھی ابھی کل کی پیدائش ہے۔ اگر ہندو یا آریہ مذہب کوئی تبلیغی مذہب ہوتا۔ تو آج نا تو ہندوؤں میں چار ورن ہی ہوتے اور نہ کوئی اچھوت ہوتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

درحقیقت اسلام نے ہی نوع انسان پر بڑا احسان کیا۔ کہ وہ قومیں جو آریہ تہذیب کا کشتہ ہو کر قعر مذلت میں گر کر حیوانوں سے بھی بدتر ہو چکی تھیں۔ انہیں اٹھا کر انسانیت کے درجہ پر لایا۔ اور مساوات کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اگر اسلام کی برکت دنیا پر نہ ہوتی۔ تو آج ہندو اچھوتوں کو اس سے بھی زیادہ بدتر سمجھتے۔ جیسا کہ آج تک یہ سمجھتے آئے ہیں۔ اب خود ہی غور کرو کہ کونسا مذہب بنی نوع انسان کے لئے رحمت اور کونسا زحمت ہے۔ رحمت کو کوئی صحیح الدماغ چھوڑ اور ٹھکرا نہیں سکتا البتہ زحمت ہر ایک الزام کے نیچے ہے۔

اگر میں آؤں تو کیا دو گے اگر تم آؤ تو کیا لاؤ گے

یہ بات آج کل آریہ سماجیوں پر خوب چسپاں ہوتی ہے مسلمانوں سے تو وہ ہر قسم کے ایثار و قربانی کی خواہش رکھتے ہیں۔ مگر خود پھوٹی کوڑی کا بھی ایثار کرنا نہیں چاہتے۔ اپنے ۳ جولائی کے پرچہ میں پرکاش لکھتا ہے کہ:۔

"شردھانند جی نے دہلی کی پروٹسٹ میٹنگ میں اپنے لیکچر میں ایک واقعہ بتایا۔ کہ عرصہ چوبیس سال کا ہوا کہ آریہ سماج لاہور کا جلسہ محرم میں ہوا تھا جب ہم موٹر پر پہنچے۔ تو وہاں پر مولانا ظفر علی خان وغیرہ موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو آپکا انتظار ہی کر رہے تھے۔ جب ان سے کہا گیا۔ کہ ہم نے راستہ بدل دیا ہے تو انہوں نے کہا کہ راستہ بدل دینے کی کیا ضرورت تھی آپ بھی تو خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ہم کو اسی راستہ سے لے گئے۔ جس راستہ سے تعزیہ جا رہے تھے اور ہم پر پھولوں کی بارش کی گئی۔"

اس نوٹ میں پرکاش مسلمانوں سے جو توقع رکھتا ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ مگر اب اس کے برخلاف آریوں کی دوسری خواہش بھی ملاحظہ ہو۔ یہی پرکاش اپنے ۲۸ جولائی کے اشو میں لکھتا ہے:۔

"کاشی دھرم کی نگری ہے۔ ہندو دھرم کو کاشی پر اور کاشی پر ہندوؤں کو فخر ہے۔ اس لئے کوئی ہندو ہندو دھرم کی لٹیا ڈبو دے۔ اور پھر کاشی میں۔ تو یہ پاونی کاشی اسے معاف نہیں کر سکتی۔ حال ہی میں محرم میں کاشی کے ہندوؤں نے اور پھر نوجوان ہندوؤں نے جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ ان کی رگوں میں گرم خون موجزن ہوتا ہے۔ ہندو دھرم سے بغاوت اور اسلام سے عقیدت کا شرمناک ثبوت دے کر کاشی کے ہردے کو چھلنی کر دیا ہے۔ یہ نوجوان ہندو ننگی تلواریں سونت کر کاشی میں تعزیوں کے جلوس میں شامل ہوئے۔"

اب اس نوٹ کو پڑھ کر یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں رہ جاتا۔ کہ آریہ مسلمانوں سے تو یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ ان کی خاطر سب کچھ قربان کر دیں۔ مگر خود پھوٹی کوڑی بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ایک غریب طالب کا قابل قدر نمونہ

مخدومی بندہ جناب ایڈیٹر صاحب نور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پچھلے ایک اخبار "نور" میں یہ دیکھکر کہ یہ آخری پرچہ ہے۔ سخت افسوس ہوا۔ اسی اثناء میں جبکہ اس 'نور' کا نور بالکل غائب ہونیکو تھا کہ مولوی میر سعادت علی صاحب نے اس ٹمٹماتے چراغ کو بچا لیا۔ خاکسار بحیثیت ایک احمدی ہونے اور اخبار نور سے دلی ہمدردی رکھنے کے مولوی صاحب موصوف کو مبارکباد دیتا ہے۔ کہ انہوں نے ایسے نازک وقت پر بہت بڑا ایثار اور جماعت کو ایک بہت عمدہ نمونہ دکھایا۔ اور سلسلہ عالیہ کی شان بڑھا دی۔ خاکسار عثمانیہ یونیورسٹی کا ایک غریب طالب علم ہے جس کا گذارہ ٹیوشن پر ہے۔

ایسے نازک وقت میں 'نور' کی امداد کے لئے دل امنڈ آتا ہے۔ لیکن افسوس کہ عملی حصہ لینے سے قاصر ہوں۔ تاہم ہر غریب سے غریب احمدی کا فرض ہے۔ کہ 'نور' کی کچھ نہ کچھ امداد کرے صرف تین روپیہ روانہ کئے جاتے ہیں۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں اخبار جاری کریں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ روانہ کرتا رہونگا۔ دعا کیجئے کہ خدا مجھے اس سے زیادہ خلوص دے۔ خاکسار امتحان ایف۔ اے میں اختیاری مضامین میں کامیاب ہے اس سال صرف انگریزی میں امتحان دینا ہوگا کامیابی کے لئے دعا کیجئے۔ اگر خدا نے کامیاب کیا تو اس کے شکریہ میں انشاء اللہ پانچ روپیہ یکمشت روانہ کرونگا۔ پتہ:۔ محمد عبدالرحیم احمدی متعلم عثمانیہ کالج بتوسط جناب حافظ عبدالعلی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد (دکن)۔

نور:۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عزیز المکرم کو دینی و دنیوی ہر دو امتحانات میں فائز المرام فرمائے۔ آمین

ہندو اور ہندوستان کی اچھوت اقوام

یہ بحث جدا رہنے دو کہ بقول بعض یورپین مورخوں کے کہ ہندو وسط ایشیا سے ہندوستان میں آئے اور ان کے آنے سے اس دیش کا نام آریہ ورت پڑا۔ ہندو دراصل ہندوستان کے ہی رہنے والے تھے۔ کیونکہ ان روایات میں گونہ اختلاف ہے۔ خواہ کونسی روایت صحیح ہو یہ ماننا ہی پڑے گا۔ کہ ہندو عرصہ دراز سے ہندوستان میں بود و باش رکھتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے اس دیش کو آریہ ورت کہتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہندوستان کی موجودہ اقوام میں سے وہ اقوام جن کو نیچ کہا جاتا ہے کہاں کی رہنے والی ہیں۔ اور ان کا سلسلہ نسب کس قوم سے جا ملتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ "ورن بیوستھا" (تقسیم قومیت) کے سلسلہ میں سے ہو کے شودروں کے دوسری نیچ یا اچھوت اقوام باہر رکھی گئی ہیں۔ آؤ ہم دیکھیں کہ ایسی اچھوت اور نیچ اقوام کی ذاتیں اور گوتیں کن کن دیگر اقوام ہندوستان سے ملتی جلتی ہیں۔ اور اس سے عملی اور علمی رنگ میں کیا کچھ نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

مثلاً بھنگی یا چوہڑے اس وقت لاکھوں کی تعداد میں صرف صوبہ پنجاب کے اندر ہی پائے جاتے ہیں ان کی قومیں اور گوتیں پنجاب کے جاٹوں اور راجپوتوں سے ملتی ہیں۔ مثلاً جویا۔ گھٹی (کھٹی)، پنوال اسد ہو وغیرہ وغیرہ یہ وہ ذاتیں اور وہ گوتیں ہیں۔ جو اس وقت بھی صوبہ پنجاب میں عموماً پائی جاتی ہیں۔ اس سے تاریخی پہلو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ان اقوام کا نفاذ اور خروج بھی انہیں اقوام میں سے ہوا ہے۔ کہ جو اس وقت شریف کہلاتی ہیں۔ کیونکہ ہندوستان اور پنجاب کی قوموں کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی قوموں اور گوتوں کو فراموش نہیں کیا کرتے اور جب کبھی بھنگیوں اور چوہڑوں سے دریافت کرو۔ تو ایک آزادی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم جویا بھی ہیں اور کھٹی بھی ہیں وغیرہ وغیرہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے مقابلہ میں جب ہم ان کی حالت موجودہ کا موازنہ کرتے ہیں۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ غالباً یہ اقوام کسی خاص زمانہ یا خاص عہد میں اس ذلیل ترین حالت کو اختیار کر چکی ہیں۔ یا انہیں اس ذلت آمیز حالت کی جانب دھکیلا گیا ہے۔ اگرچہ ہندوؤں کی تاریخ صاف طور پر تاریخی معاملات میں پتہ نہیں دے سکتی۔ لیکن پھر بھی کہنا پڑے گا۔ یہ قومیں یا تو آریہ ورت کی اصلی نسلوں کا بقیہ ہیں اور یا یہ کہ ہندوؤں نے ان اقوام کو زبردستی یا کسی اور طور پر اپنی ذاتی مفاد کی خاطر اس ذلیل ترین حالت میں وابستہ کر رکھا ہے۔ جب ہم منوشاستر کے مطالعہ کے بعد دیکھتے ہیں۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ اقوام پہلے شریف اقوام تھیں۔ یا جنہیں شریف کہا جاتا تھا۔ لیکن بوجہ ان شرائط اور قیود چھوت چھات کے جو منوجی نے ایسی اقوام کی نسبت پاس کر رکھی ہیں تمام افراد اس ذلیل ترین گڑھے میں دھکیل دیئے گئی تھیں

کیونکہ ہم دوسرے ممالک میں عمل موجودہ اور گذشتہ پر جو غور کرتے ہیں۔ تو پایا جاتا ہے کہ جہاں جہاں عیسائی اور مسلمان بذریعہ فتوحات اور حکومت کے یا انتقال مقام کے گئے۔ وہاں کوئی قوم بھی خواہ وہ نئی ہو یا پرانی ایسے ذلیل ترین پیشہ پر نہیں دیکھی جاتی۔ جیسے کہ ہندوستان میں چوہڑے یا دیگر اچھوت اقوام ہیں۔ اگرچہ ان کی حالت کیسی ہی عام اور غربت زدہ ہو پھر بھی انھیں تمدنی اور مجلسی حقوق سے بیگانہ نہیں کیا گیا۔ یہ حالت ہم صرف ہندوستان میں ہی پاتے ہیں۔ کہ بھنگی، چوہڑے یا دیگر اچھوت اقوام اب تک سختی کے ساتھ ایسے ذلیل ترین پیشہ اور حالت رکھتی ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ یہاں جو ورن بیوستھا کا اصول یا سلسلہ تھا اس کی وجہ سے یہ سارا پول ہے۔ چنانچہ اب تک بھی اچھوت اقوام کو شدھی کرنے کے سلسلہ میں پنڈت مالوی جی سے بھی یہ تو نہ کہا جا سکا کہ ان اچھوت اقوام کو جو شدھ کی جاتی ہیں کم از کم چاروں ورنوں کی کسی شق میں ملا لیا جائے۔ خیر برہمن۔ کھشتری، ویش، کی ہستیاں کب سے منظور کرتی تھیں۔ کہ ان کی برابری میں ان کو لیا جائے۔ کم از کم شودروں میں تو یہ مل سکتے تھے

افسوس ہے کہ باوجود اس شور اشوری اور دعویٰ مساوات کے شدھ کرنے پر بھی مالوی صاحب کو یہ کہنا ہی پڑا کہ ان کے لئے پانچواں ورن تجویز کیا جائے۔ پانچویں ورن کے تجویز کرنے کی یہ رائے ظاہر کرتی ہے کہ ان اچھوت اقوام کو ملانے اور حقوق مساوات دینے کے لئے آریہ اور ہندو قوم کا ہاضمہ بہت ہی کمزور ہے۔

باوجودیکہ ان بدنصیب لوگوں کو مدتوں سے ایسی ذلت آمیز حالت میں دیکھا جاتا ہے۔ پھر بھی جب کبھی ان کو پورے جوش و خروش کے ساتھ شدھ کیا جاتا ہے۔ تو سوائے اس کے کہ ایک مجلس میں لڈو سے لڈو لڑا دیا جائے۔ اور یہ اعلان کر دیا جائے۔ کہ آج کی تاریخ میں آریہ دھرم میں تین سو بھنگی یا تین سو چمار داخل ہو گئے نہیں کہا جا سکتا کہ ان داخل ہونے والوں کو کیا فائدہ ہوا۔

عیسائی یا مسلمان جب کسی کو مسلمان یا عیسائی کرتے ہیں تو ان کی داخلی کیفیت یہ رنگ نہیں رکھتی جو ہندوؤں اور آریوں کی رکھتی ہے۔ عیسائی یا مسلمان ہونیوالا بھنگی چوہڑہ وغیرہ وغیرہ داخل ہونے کے ابھی گھنٹے میں دیکھ لیتا ہے۔ کہ میں دراصل ایک ایسے خاندان میں آگیا ہوں۔ کہ جو بپتسمہ پانے اور یا کلمہ پڑھنے کے بعد پرانا خاندان سمجھا جاتا ہے۔

یہ بات تو عارضی تھی اصل سوال اس بحث میں یہ ہے۔ کہ جتنی اچھوت اقوام بھنگی چوہڑے وغیرہ ہیں یہ خود بخود ایسے ذلیل ترین پیشوں کے عادی ہوگئی یا انہیں خود کسی زبردست قوم نے ذلیل ترین پیشے کے واسطے مجبور کیا۔ میں پوچھتا ہوں۔

(۱) کیا یہ اچھوت اقوام درحقیقت اس خطہ ہندوستان کی رہنے والی ہے

(۲) اگر یہ اس خطہ کی رہنے والی ہیں اور آریہ لوگ وسط ایشیا سے آئے۔ اور اس ملک میں آکر علم حکومت بلند کیا۔ تو انہوں نے اس کی کچھ درستی اور تربیت کی یا ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

(۳) یا یہ کہ اپنی حکومت کے جھکانے اور قبضہ کے بحال رکھنے کے واسطے ان بدقسمت لوگوں کو جو اب تک اپنی بدقسمتی کے مرکز نہیں چھوڑ سکے۔ جان بوجھکر اس بری حالت کے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔

(۴) اور اگر بقول بعض یورپین مورخوں کے ہندو اور آریہ قوم وسط ایشیا سے نہیں آئی۔ تو کیا یہ ذلیل قومیں جنہیں اب اچھوت کہکر پھر ملانے کی کوشش کی جاتی ہے اسی ملک کی رہنے والی تھیں۔

(۵) اگر واقعی اس ملک کے رہنے والی تھیں۔ اور ہیں تو ورن آشرم کے سلسلہ میں ان بدقسمتوں کو کم از کم شودروں تک کا درجہ کبھی نہیں دیا گیا۔ کیا یہی بات اس قوم کے دیالو کرپالو ہونے کی دلیل ہے۔

(۶) بہتر تو یہ ہے کہ شدھی موجودہ کے وقت اور سلسلہ میں ان بدقسمت شدھ ہونے والوں کو ساتھ ہی یہ بھی جتلا دیا جایا کرے۔ کہ اگرچہ تم لوگ ہم ہی میں سے تھے اور تم ہمارے دراصل بھائی ہو لیکن غلطی سے تمہیں اس قدر دور فاصلہ پر رکھا گیا۔ کہ تمہاری موجودہ تذلیل اور درگت صرف ہماری وجہ سے ہے آؤ اب ہم سے ملو تم ہمارے بھائی اور ہم تمہارے بھائی۔

(۷) ہم چاہتے ہیں کہ آریہ اور ہندو صاحبان ان دور افتادگان اچھوت اقوام کے بارے میں ٹھنڈے دل سے غور کر کے یہ فیصلہ کریں۔ کہ آیا ان لوگوں کی موجودہ تذلیل و درگت کسی آریہ تہذیب کی یادگار رہی ہے۔ یا خود ان کا یہ قصور ہے۔

انسانی فطرت کس طرح چاہ سکتی ہے کہ باوجودیکہ بھنگی۔ ناہر اسد ہو وغیرہ ہونے اور اپنے مقابلہ میں دوسری ہندو قوموں کو بھی ان ذاتوں میں ممتاز پا کر پھر جان بوجھکر ایسا ذلیل پیشہ اختیار کرے جس کی وجہ سے انھیں فرش پر آنا کیا فرش کے نزدیک تک گزرنے سے بھی منع کیا جائے یہاں تک کہ ان کا سایہ بھی اعلیٰ قوم کا ہندو اور آریہ کے لئے ایک صدمہ خیال کیا جاتا ہے۔ کوئی کہنے کو کہہ سکتا ہے۔ کہ جس طرح بعض قومیں اور بعض افراد اقوام گناہ کی ذلت میں مبتلا ہو کر گنہگار بن جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کی حالت بھی ہے۔ میری رائے میں ان اچھوت اقوام کی یہ حالت اور یہ تذلیل کسی سوسائٹی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی ناز برداری کا نتیجہ ہے. تو اخیر تک اس کی ذمہ دار سوسائٹی ہے. اور اگر خود ان لوگوں کی مرضی کا یہ نتیجہ ہے تو ہم کہیں گے. کہ کسی گناہ کی پاداش سے یہ ذلت زیادہ ہے. کیونکہ گناہگار بھی باوجود گناہ گار ہونے کے ایسی ذلت از خود اختیار نہیں کرتے. اگر کسی دس نمبر کے بدمعاش کو کہا جاوے. بھائی تمہارا نام نمبر دس کے رجسٹر سے نکالا جاتا ہے. تم چوہڑوں کا پیشہ اختیار کر لو. کیا کوئی کریگا ہرگز ہرگز نہیں کوئی سخت سے سخت گنہگار بھی اس ذلت آفریں حالت کو اپنی مرضی سے ایک طرفۃ العین کے لئے بھی پسند نہیں کریگا.

جو کچھ ذلت اس وقت اچھوت اقوام چوہڑوں بھنگیوں وغیرہ کی ہے. یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس حسن سلوک کا جو صدیوں سے آریہ قوم ان بیچارے غریبوں کے ساتھ کرتی آئی ہے. مسلمانوں یا عیسائیوں نے اگر ان لوگوں کو تبلیغ اور ترغیب کے ذرایع سے مسلمان اور عیسائی بنایا ہے. تو یہ بات بمقابلہ اس بات کے جو اس وقت آریہ قوم کے حسن سلوک سے ان بدقسمت لوگوں کی حصہ میں آچکی ہے کہیں زیادہ خوش آئند اور مبارک ہے

کاش ان اچھوت اقوام میں سمجھ اور شعور ہو تو یہ سوچ سکتے ہیں. کہ پہلے تو ہمیں یوں ذلیل کیا اور اب صرف مردم شماری کی تعداد بڑھانے کے واسطے ہمیں مہاشہ مہاشہ کہکر دوسری ذلت میں پھنسایا جاتا ہے. سکھوں نے مذہبیوں کی حالت کو گو بمقابلہ آریوں کے مہاشاؤں کے کسی حد تک اپنے قریب لا کر دکھلا دیا ہے. لیکن پھر بھی جو حقوق مساوات اپنے نو مریدوں اچھوت اقوام کو مسلمان دیتے ہیں. وہ ہندو کہاں دے سکتے ہیں. لہذا شدہ یا اشدہ ہونے سے پیشتر اچھوت کہلانے والی اقوام کے اکابرین کو پہلے یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ حقیقی معنوں میں کون سی قوم یا مذہب انہیں روحانی، مجلسی، تمدنی، معاشرتی، حقوق یا مساوات دے سکتا ہے.

ہندو جاتی اور سکھ گورو

سکھ گوروؤں نے ہندوؤں پر کوئی احسان نہیں کیا

(از قلم مہاشہ سنت رام آشفتہ سابق ایڈیٹر دھرم ہیرا لاہو)

گذشتہ سے پیوستہ

ہاں اگر پہاڑی راجاؤں کو مسلمان تسلیم کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ گوبند سنگھ صاحب کی زندگی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے گذری. لیکن واقعات بتلا رہے ہیں. کہ آپ کی تمام عمر ہندو پہاڑی راجاؤں سے جنگ میں صرف ہوئی. ہندو قوم کی رکھشا اور حفاظت کے دلکش ترانے نامعلوم کہاں سے گھڑے گئے. ہم خالصہ دوستوں کو چیلنج کرتے ہیں. کہ وہ بتلائیں کہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے کون سے اپکار یا احسان ہندو دھرم پر کیئے. یہ سب حوالہ جات سکھ کتب سے لئے گئے ہیں گورو تیغ بہادر کے حالات ختم ہونے کے بعد ہم کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں گے.

نمبر ۳

پہلے دو نمبروں میں ثابت کیا جا چکا ہے. کہ سکھوں کی نو گوروؤں نے نہ ہی کوئی ہندو قوم پر کوئی اپکار کیا. اور نہ ہی ہندوؤں کی خاطر انہوں نے کسی قسم کا نقصان اٹھایا. بلکہ ان کی تکالیف اور مصائب کا باعث ان کی وہ حرکات تھیں. جو بعض دفعہ مسلمان حکام کے برخلاف ان سے ظہور میں آئیں. یا وہ رنجشیں جو ان کے رشتہ داروں کے دلوں میں گدی حاصل کرنے کی جدوجہد میں پیدا ہوئیں. اور ہر ایک گورو کے زمانہ میں کچھ نہ کچھ اثر دکھلاتی رہیں. آج ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں. کہ تیغ بہادر مہاراج جن کی قربانی کا شور مچایا جاتا ہے. اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہندو دھرم اور ہندو قوم کو بچانے کی خاطر اپنی جان دی. اور تمام ملک کو مسلمان ہونے سے بچا لیا. ان کی موت کا اصلی باعث کیا تھا. قبل اس کے کہ ہم اصلی واقعہ پر روشنی ڈالیں. اور اس سربستہ راز کو کھولیں. اس روایت کی حقیقت کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں. جو ان کے ضعیف الاعتقاد بھگتوں یا چیلوں نے گھڑ رکھی ہے. اور سادہ لوح ہندوؤں پر احسان جتانے کی غرض سے پیش کی جاتی ہیں. روایت کہتی ہے کہ کشمیر کے تمام بڑے بڑے پنڈتوں کا ڈیپوٹیشن تیغ بہادر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوا. اور گذارش کی کہ اورنگ زیب نے ہندوؤں کو تنگ کر رکھا ہے اور ان کو جبراً مسلمان کرنے کے لئے حکم دیدیا ہے. آپ کرپا کریں. ہندو دھرم اور ہندو قوم کو بچائیں اس کے جواب میں انہوں نے کہا. کہ وہ ان کی مدد کے لئے تیار ہیں. اور ہر طرح سے کوشش کریں گے جس سے ہندو دھرم اور ہندو قوم بچ سکے. پنڈتوں کو ہدایت کی. کہ وہ لوگ دہلی جاویں. اور اورنگزیب کو کہدیں. کہ جب تک ہمارا گورو جو پنجاب میں ہے. اس کو مسلمان نہ کیا جاوے گا. وہ اسلام قبول نہیں کر سکتے. اس کے مسلمان ہونے پر وہ خود بخود پیروی کریں گے. چنانچہ وہ دربار دہلی میں حاضر ہوئے اور اورنگ زیب کے سامنے وہی الفاظ کہے. جو تیغ بہادر صاحب کی زبان سے نکلے تھے. اورنگ زیب خوشی سے اچھل پڑا. اور تیغ بہادر صاحب کی طلبی کا پروانہ جاری کر دیا. لیکن جب تیغ بہادر جی کے پہنچنے پر جواب نفی میں ملا. تو اس نے ان کو قتل کر دیا وغیرہ وغیرہ اس روایت کے پڑھنے سے ہر ایسے شخص کے دل میں جو اندھا دھند شردھا نہیں بلکہ دل و دماغ رکھتا ہے. کئی ایک سوالات پیدا ہونے ضروری ہیں. اور اس کو تواریخ ہند کے پریشان اوراق سے ان کے جوابات تلاش کرنے کی ضرورت درپیش آگئی. (۱) کیا اورنگ زیب نے کوئی ایسا حکم دیا. کہ تمام ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا جائے. اگر اور کسی جگہ کے لئے نہیں تو کیا کشمیر کے لئے اس کا کوئی پروانہ جاری ہوا. (۲) کیا تیغ بہادر صاحب کی ایسی شخصیت تھی. جو کشمیر کے پنڈتوں کو امداد کے لئے پنجاب میں کھینچ لائی. (۳) کیا تیغ بہادر صاحب ان کی کچھ مدد کر سکتے تھے. (۴) کیا تیغ بہادر جی کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چند آدمیوں کو ساتھ لے کر ہندوستان کے دار السلطنت میں حاضر ہونا۔ اور بادشاہ سے سخت و سست سوال کرنا ہندو قوم یا ہندو دھرم کو بچا سکتا تھا۔

(۵) کیا ان کی قربانی (قتل) سے ہندو قوم کو کوئی فائدہ پہنچا یا پہنچ سکتا تھا۔

جوابات:۔ (۱) تمام ہندوستان کی تاریخ کی پڑتال کریں۔ اورنگ زیب کے اول سے آخر تک حالات پڑھیں۔ اور اس کے عہد کے واقعات کا بغور مطالعہ کریں کہیں نظر نہیں آوے گا۔ کہ اورنگ زیب نے اس قسم کا کوئی حکم دیا۔ نہ ہی مسلمان مورخوں نے اس کا کہیں ذکر کیا۔ اور نہ ہی یورپین سیاحوں نے کہیں لکھا۔ حتیٰ کہ سٹوریا ڈو موگر کے آزاد مصنف مسٹر نکولاس منوچی جو شاہجہاں سے لے کر شاہ عالم کے زمانہ تک مغلیہ دربار میں رہا۔ اور جس نے اورنگ زیب کی ہر ایک حرکت اور چھوٹی سی چھوٹی سختی کو قلم بند کرنے سے نہ چھوڑا۔ اس کی کتاب میں بھی اس واقعہ کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔

اورنگ زیب پنجاب، بنگال، بہار، یوپی، اور دکن کے باشندوں کو جبراً مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن تعجب کا مقام ہے۔ کہ کشمیر کے پہاڑوں میں اس قسم کا جابرانہ حکم جاری کرتا ہے۔ اور پھر اس صورت میں جبکہ آئندہ درپیش ہونے والے واقعات بتلاتی ہیں۔ کہ اورنگ زیب اور پہاڑی راجاؤں کے تعلقات نہایت اعلیٰ تھے۔ اور وہ ان راجاؤں کو ہمیشہ مدد دیا کرتا تھا۔ جیسا کہ ہم دوسرے نمبر میں بیان کر چکے ہیں اورنگ زیب اگر ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنا چاہتا تھا۔ تو سب سے پہلے ضروری تھا۔ کہ وہ اپنے دربار کے ارکین راجہ جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ وغیرہ اور ہزاروں ان راجپوتوں کو جو اس کی فوج میں ملازم تھے مسلمان کرتا لیکن واقعات بتلاتے رہیں۔ ایسا نہیں ہوا ہم ڈنکے کی چوٹ سے لکھتے ہیں۔ کہ جو کچھ وہ کرتا تھا اور اس نے کیا۔ وہ سب ہوس ملک گیری سے مجبور ہو کر کیا۔ مذہبی تعصب یا اشاعت اسلام کا خیال ہرگز ہرگز اس کی تہ میں کام نہ کر رہا تھا۔ ہم اپنے اس دعویٰ کو کسی دوسرے مضمون میں کبھی ثابت کریں گے۔ پس

سکھوں کا یہ کہنا کہ اورنگ زیب نے کشمیر کے پنڈتوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے کوئی حکم جاری کیا تھا غلط بالکل غلط ہے۔

(۲) گورو تیغ بہادر جی کی شخصیت کا کشمیر کے باشندوں پر کوئی اثر نہیں تھا۔ اور نہ ہی پیری مریدی کا رشتہ ان کے ساتھ قایم ہوا تھا۔ بلکہ اس وقت بھی کشمیر ہندو سکھ گوروؤں کے شاذ و نادر ہی معتقد پائے جاتے تھے۔ پھر کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ ان میں سے وہ لوگ جو اپنی قوم کا لیڈنگ دماغ کہے جا سکتے ہیں جناب تیغ بہادر صاحب کی در دولت پر حاضر ہوئے اور مدد کے لئے پکار کی۔

(۳) جبکہ تیغ بہادر جی کے پاس اس قدر جمعیت اور طاقت نہ تھی۔ کہ وہ ایک شاہنشاہ ہندوستان کا مقابلہ کر سکیں۔ تو وہ ان کی مدد کیا کر سکتے تھے۔ بلکہ ایسی حالت میں آمادہ جنگ ہونا سوائے نقصان کے اور کچھ معنی نہیں رکھتا۔

(۴) تن تنہا یا چند آدمیوں کو ساتھ لے کر ہندوستان کے سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں اس غرض سے جانا۔ کہ وہ ہندوؤں کو مسلمان کرنے سے باز رہے اور وہاں سخت لہجہ میں سوال و جواب کرنا ہمارے خیال میں قوم کی سیوا نہیں۔ بلکہ اپنی جان پر آفت لانا ہے۔ اور خواہ مخواہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا اس طریق سے ہندو قوم بچ نہیں سکتی تھی بلکہ اس پر زیادہ سختی ہونے کا امکان ہو سکتا تھا۔

مندرجہ بالا روایت کو واقعات کی کسوٹی پر پرکھنے کے لئے صرف چند دلایل پیش کئے گئے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے نرم الفاظ میں کہ ان سے بہت سے امور اندھیرے میں رہ گئے ہیں۔ اور اچھی طرح ظاہر نہیں ہو سکے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ہمارے خالصہ بھائی کچھ ایسے ذکی الحس ہیں۔ کہ وہ ذرا سی سچائی کے سنتے ہی گھبرا جاتے ہیں۔ اور شور مچا دیتے ہیں۔ اس لئے مشتے نمونہ از خروارے سمجھ کر ناظرین خود نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ تیغ بہادر مہاراج کیوں قتل کئے گئے۔ اور کیا سبب

اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لئے ہمیں گورو ہر رائے کے عہد میں جانا پڑے گا۔ . . . . گورو ہر رائے جی نے دارا کو اس وقت فوجی امداد دی جبکہ اورنگ زیب کی سپاہ اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ سکھوں کی فوج نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا۔ اور اس وقت تک روک رکھا جب تک کہ دارا اس کی زد سے محفوظ نہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گورو ہر رائے جی کو اورنگ زیب نے دہلی میں طلب کیا۔ لیکن انہوں نے بجائے خود جانے کے اپنے بیٹے رام رائے کو بھیجا۔ رام رائے دہلی پہنچا۔ اور دربار میں حاضر ہوا۔ اورنگ زیب کے سامنے پیش ہوا۔ اور فوراً ہی اطاعت قبول کر لی۔ اور اپنی جان بخشی کرائی۔ اس کی واپسی پر اس کا باپ ناراض ہو گیا۔ اور اس کو حقوق گدی سے محروم کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ہری کشن جی کو ان کے بعد گورو بنایا گیا۔ لیکن وہ جلدی ہی انتقال کر گئے۔ اور گدی کے جانشین تیغ بہادر جی مقرر ہوئے رام رائے حق تلفی کو برداشت نہ کر سکا۔ سخت رنجیدہ ہوا اور اس نے اورنگ زیب کی خدمت میں پہنچ کر یقین دلانے کی کوشش کی۔ کہ گورو تیغ بہادر بھی ہرگوبند اور ہر رائے کی طرح مغلیہ حکومت کو نقصان پہنچانے کی تیاری کر رہے ہیں اور شاہنشاہ دہلی کے سخت دشمن ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ اور اورنگ زیب کو یقین دلا دیا۔ کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے بالکل درست اور واقعات پر مبنی ہے لہذا اورنگزیب نے تیغ بہادر جی کی طلبی کا پروانہ جاری کیا۔

یہ حقیقت ہے اس قربانی کی جو تیغ بہادر جی نے کی اور یہ احسان ہے ہندو قوم پر جس سے اس کی گردن جھکی ہوئی ہے۔ ان کے مرید خواہ کچھ کہیں ان کے گن گاویں۔ ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو معاملہ کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اصلیت کیا ہے۔ ان سطور کے پڑھنے کے بعد بھی جو تین نمبروں میں پلش کی گئی ہیں۔ کوئی شخص سکھ گوروؤں کے اپکاروں کے گیت گائے۔ اور ہندو قوم کو مرہون منت بنانے کی کوشش کرے۔ تو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ تعصب کی پٹی اس کی دل و دماغ کی آنکھوں پر بندھی ہوئی ہے۔ اور وہ اس قدر بے بس ہے۔ کہ راستی اور باطل میں کچھ تمیز نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ جو اس قسم کے میں آئیں اور

سکھ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں

(از جناب سردار ٹی۔ ایس گیانی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقت یہ ہے کہ سکھ مذہب کے لحاظ سے ہندوؤں سے زیادہ مسلمانوں کے نزدیک ہیں۔ اکثر سکھ ودوانوں کا یہی خیال ہے چنانچہ سردار ٹی۔ ایس گیانی نے حال ہی یورپ سے جو چٹھی اشاعت کے لئے ہندوستانی اخبارات کو بھیجی ہے۔ اس میں سکھوں کو یہی بتایا ہے کہ اسلام اور سکھ مذہب بہت سی باتوں میں ملتا جلتا ہے اور سکھ بہ نسبت ہندوؤں کے مسلمانوں سے زیادہ نزدیک ہیں۔ اور یہ جو بعض سکھ لکھ رہے ہیں۔ کہ وہ ہندو ہیں۔ یا "گروصاحب ہندوؤں کے رکھوالے تھے" یہ محض تاریخ سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ ہندوؤں کے ایک ہوشیار طبقہ نے محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے سکھوں کو اپنی طرف کھینچنے اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانے کی کوشش کی ہے۔

سردار صاحب موصوف نے اس مکتوب میں جن مفید خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ضرورت ہے کہ تمام سکھ ٹھنڈے دل سے ان پر غور کریں۔ اور ان کو مشعل راہ بنائیں۔ اس چٹھی کے بعض اہم اقتباس ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ سردار صاحب فرماتے ہیں۔

سکھوں اور پنجابی مسلمانوں کی حالت یکساں ہے۔ وہ سارے کے سارے زراعت پیشہ اور کاریگر ہیں۔ اور مسلمان بھی یہی پیشے رکھتے ہیں۔ دونوں قوموں میں آپس میں رشتہ داری بھی ہے۔ سکھ مذہب بھی وحدانیت سکھاتا ہے اور اسلام بھی۔ ہمارے رسم و رواج بھی ملتے جلتے ہیں۔ غرض گوروصاحب ہم کو ظلمت سے نکالکر روشنی میں لے آئے ہیں۔ مثلاً ہم میں چھوت چھات نہیں۔ گئو پوجن نہیں۔ مگر ہمارے لکیر کے فقیر جھٹ انہی باتوں میں آجاتے ہیں۔ بعض حضرات نے گوروصاحب کا یہ قول ورد زبان کر لیا ہے کہ "گوروصاحب ہندوؤں کے رکھوالے تھے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان حضرات نے تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ کیا گوروا تنے ہی تھے۔ کہ وہ ایک اکال کو مانکر ٹل اور پتھر کی حفاظت کرتے۔ یا ایک بچھڑے کی حفاظت کے لئے آدمیوں کا خون کرا دیتے۔ آؤ خدا کے نیک بندو! ذرا حقیقت پر نظر ڈالیں۔ وہ صرف ظلم کے دشمن اور انصاف و سچ کے رکھوالے تھے۔ اگر مسلمان ہندوؤں پر تعرض کرتے تو وہ ہندوؤں کے رکھوالے اور مسلمانوں کے دشمن ہو جاتے تھے۔ اور اگر ہندو مسلمانوں پر زیادتی کرتے تھے تو وہ مسلمانوں کی حمایت کرنے اور ہندوؤں کے دشمن بنجاتے۔ ان کے ہاں ہندو مسلم سوال نہ تھا۔ بلکہ عدل اور ظلم کا سوال تھا۔ ان کو مسلمانوں کے بجائے ہندوؤں نے زیادہ تکالیف دی ہیں

گوروارجن دیو کے دیگ میں ابالے جانے اور چھوٹے صاحبزادوں کے دیواروں میں چنے جانے وغیرہ کا سبب کیا ہندو اور برہمن نہ بنے تھے۔ پھر یہ کیا ہو رہا ہے؟

جب تک مسلمان اور سکھ پنجاب میں مل کر چل رہتے تھے۔ ہمارا قدم دن بدن آگے بڑھ رہا تھا۔ اور آزادی کی عمارت پکی بنیادوں پر تیار ہو رہی تھی تھا تما گاندھی نے کہا کہ جتھے بھیجنا بند کر دو۔ مگر چونکہ ہم اپنے کام اور راستے کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ ہم نے بند نہ کئے۔ پھر کیا تھا ہندوؤں کے ذہنی اور سنبد فرقے میں سکھوں اور مسلمانوں کے اتفاق کو الٹے معنی پہنائے گئے۔ اور اسے ہندو دھرم کے لئے بہت بڑا خطرہ بنایا گیا۔ فوراً مسلمانوں سے اعلان جنگ اور سکھوں کو اپنی طرف کھینچنے کی کوششیں جاری ہو گئیں۔ سوامی جی مسلمانوں سے بھڑ گئے۔ مالوی جی سکھوں کے معاملہ میں وکیل بن گئے۔ گویا بہت ہی بڑے ہمدرد آگئے۔ خلاصہ یہ کہ گوردوارہ بل گھڑ مارا۔ لاحول ولاقوۃ۔ کہاں مالوی جی اور کہاں گوردوارہ بل۔ خیر کئی اکالیوں کو تیار کر لیا کہ وہ معافی مانگ لیں بعض جیل میں قید رہے۔ اور اس طرح منظم طور پر چلتی ہوئی تحریک کو گڑبڑ میں ڈالدیا۔

بالآخر ہم اپنے محترم رہنماؤں اور سکھ پنتھ کے خیرخواہوں کو نہ صرف علم سے بلکہ زور سے ان کے فرائض یاد دلاتا ہوں۔ اور عرض کرتا ہوں۔ کہ چند خود غرض لوگوں کے باعث تحریک آزادی کا آپس میں لڑکر ستیاناس نہ کریں۔ اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں اپنے سمجھدار اور بہادر مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ میرے بعض فریب خوردہ بھائیوں کی غلطی سے درگذر کر کے اس گھر کی آگ کو ملکر بجھانے کی کوشش کریں۔

جادو وہ جو سر چڑھ کو بولے

پرکاش اپنے ۱۰۔ اگست کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ جو بھی جیوت جاگرت بھا ہو۔ دو لیشی راجیہ کرم جاری اس کے متعلق شبہ کیا ہی کرتے ہیں۔ شبہ کرنے کے متعلق کچھہ وجوہات بھی ہوتے ہیں۔ آریہ سماج نے جب لوگوں کے اندر دماغی آزادی کا سنچار کیا۔ تو لازمی تھا کہ انھیں ہر ایک قسم کی غلامی سے نفرت ہوتی۔ ہمارے حکام ناواقف نہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ دیانند جیسا بے رحمی سے ہر ایک قسم کی غلامی سے جہاد کر رہا ہے۔ اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا۔ کہ لوگوں کے اندر پولیٹیکل طور پر آزاد ہونے کی سپرٹ پیدا ہو۔ جب دیانند نے لوگوں کو یہ سبق پڑھا دیا۔ کہ کسی بت کو اپنا معبود سمجھکر اس کے سامنے اپنا سر نہ جھکاؤ۔ سر جھکانے کی اگر کوئی جگہ ہے۔ تو صرف ایک پربھو سرو شکتیمان۔ سرو ینتا۔ سرو انتر یامی ایشور تو وہ لوگ ایک دنیاوی حاکم کے سامنے بلاوجہ سر جھکانے کو تیار ہوں گے۔ اور پھر دیانند نے بطور اصول اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھہ بھی دیا ہے۔ کہ ودیشی راجیہ چاہے کیسا بھی اتم کیوں نہ ہو۔ سودیشی راجیہ کے تلبہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جب ۱۹۰۷ء میں پنجاب کے اس وقت کے گورنر سر ڈنزل اپٹسن نے کہا کہ جہاں کہیں آریہ سماج ہے۔ وہاں سڈیشن کام کرتی ہے۔ تو انہوں نے اسی قسم کے جذبات کے تابع ہو کر کہا ہوگا"

اس نوٹ میں مذہب کے نام پر پرکاش جس تبدیلی کا خواہشمند ہے۔ اب وہ کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ جادو وہ جو سر چڑھ بولے اسے ہی کہتے ہیں

ضروری اطلاع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مندرجہ ذیل خریداروں کا سال اکتوبر تک ختم ہے۔ ان سب کے نام یکم اکتوبر کو وی پی ہوں گے۔ اگر کسی صاحب کو کسی وجہ سے آئندہ سال کے لئے نور کا ساتھ دینا منظور نہ ہو تو ۳۰ ستمبر سے پہلے پہلے دفتر نور میں اپنے ارادہ سے ضرور اطلاع دیدیں۔ جو دوست نور سے جدائی اختیار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان پر ایک گونہ افسوس تو ضرور ہوتا ہے۔ کہ وہ نور ایسے مجاہد اور غازی پرچہ جو تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کا واحد ذریعہ ہے۔ کے لئے تین روپیہ سال کی تھوڑی رقم بھی قربان نہیں کر سکتے۔ مگر ان لوگوں کی بے اعتنائی کا کیا کہنا جو باوجود پیشتر اطلاع ملنے کے بھی خاموش رہتے ہیں اور وقت پر وی پی واپس کر کے دفتر نور کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا یہ اخلاقی گناہ ناقابل عفو ہے۔ اگر وہ ایک مجاہد پرچہ کی اعانت نہیں کر سکتے تو نقصان پہنچا کر حوصلہ شکنی کیوں کریں۔

۲/	چودہری محمد عبد اللہ صاحب	ہے ۲/
۴/	خانبہادر مولوی غلام حسن خانصاحب	ہے
۶/	خانبہادر میرزا غلام صمدانی خانصاحب	ہے ۲/
۷/	منشی حبیب الرحمن صاحب	ہے ۲/
۹/	ڈاکٹر کرم الہی صاحب	ہے ۲/
۱۲/	خانبہادر مولوی غلام محمد صاحب	۱۰/
۱۳/	مولوی عبد العزیز صاحب	ہے ۲/
۱۶/	جناب محمد موسیٰ رضا صاحب	ہے ۲/
۲۰/	سید ضیاء الحق صاحب بی اے	ہے ۳/
۲۱/	جناب محمد کلن خانصاحب	ہے ۲/
۲۳/	منشی برکت علی خانصاحب	ہے ۲/
۲۵/	بابو محمد اسمعیل صاحب	ہے ۲/
۲۶/	منشی عبد الرحمن صاحب	ہے ۲/
۲۸/	ملک غلام حیدر خانصاحب	ہے ۲/
۲۹/	حافظ نور احمد صاحب	صہ/
۳۳/	اخونزادہ محمد اکبر خانصاحب	ہے ۲/
۳۴/	جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر	۱۰/
۳۵/	جناب مولانا ابو الحمید صاحب	۱۰/
۴۰/	ملک کرم الہی صاحب	ہے ۲/
۴۴/	حاجی میراں بخش صاحب	ہے ۲/

۴۹/	چودہری غلام احمد صاحب	ہے ۲/
۵۱/	جناب محمد رمضان علی صاحب	ہے ۲/
۵۲/	مولوی محمد فیروز الدین خانصاحب بی اے	صہ/
۵۶/	مولوی انوار حسین خانصاحب	صہ/
۵۹/	منشی محمد یوسف صاحب	ہے ۲/
۱۱۲/	شیخ منظور علی صاحب	ہے ۲/
۱۵۳/	شیخ مولا بخش صاحب	ہے ۲/
۱۵۴/	چودہری غلام حیدر خانصاحب	ہے ۲/
۱۹۴/	خانصاحب حمز اللہ خانصاحب	ہے ۲/
۱۹۶/	جناب حیات محمد صاحب	ہے ۲/
۳۱۹/	بابو محمد ثناء اللہ صاحب	ہے ۲/
۳۲۲/	شیخ حیدر علی صاحب	ہے ۲/
۴۹۴/	چودہری محمد یعقوب صاحب	ہے ۲/
۴۹۶/	ملک سردار خانصاحب	ہے ۲/
۴۹۹/	چودہری محمد شریف صاحب	ہے ۲/
۵۰۴/	جمعدار محمد خانصاحب	ہے ۲/
۵۰۶/	سید صادق علی صاحب	ہے ۲/
۵۰۸/	بابو فیروز دین صاحب	ہے ۲/
۶۲۶/	چودہری عزیز اللہ صاحب	صہ/
۶۲۹/	جناب شیخ محمد صاحب	ہے ۲/

۳۳/	جناب ہدایت علی صاحب	ہے ۲/
۳۴/	ڈاکٹر گوہر الدین صاحب	صہ/
۳۵/	جناب محمد موسیٰ خانصاحب	ہے ۲/
۳۶/	شیخ نعمت اللہ صاحب	صہ/
۳۸/	ڈاکٹر عطار اللہ صاحب	صہ/
۱۲۸/	جناب عبد الحکیم بیگ صاحب	ہے ۲/
۱۲۹/	جناب اختر حسین خانصاحب	ہے ۲/
۱۳۰/	جناب محمد اسحاق صاحب	ہے ۲/
۱۳۱/	سید محمد علی شاہ صاحب	ہے ۲/
۱۳۲/	جناب ریاض الدین صاحب	ہے ۲/
۱۳۳/	رسالدار محمد یعقوب خانصاحب	ہے ۲/
۱۳۴/	شیخ الہی بخش صاحب	ہے ۲/
۱۳۵/	چودہری مشتاق احمد صاحب	ہے ۲/
۱۳۶/	جناب سید اللہ جان صاحب	ہے ۲/

۱۳۹/	جناب محمد یوسف خانصاحب	ہے ۲/
۱۴۱/	شیخ محمد ابراہیم صاحب	ہے ۲/
۱۴۲/	میرزا رحمت بیگ صاحب	ہے ۲/
۱۴۵/	میاں غلام حسین صاحب	صہ/
۱۴۶/	ملک محمود خانصاحب	ہے ۲/
۱۴۷/	جناب محمد یسین خانصاحب	ہے ۲/
۱۴۸/	بابو فیروز الدین صاحب	ہے ۲/
۱۵۰/	مولوی محمد علی صاحب	ہے ۲/
۱۵۱/	جناب محمد اکرم خانصاحب بی۔ اے	ہے ۲/
۱۵۲/	قاضی محمد شفیق صاحب	ہے ۲/
۱۵۳/	چودہری نصر اللہ خانصاحب	صہ/
۱۵۴/	ٹکا بابا ہربنس سنگھ صاحب	ہے ۲/
۱۵۵/	جناب محمد عبد اللہ صاحب	ہے ۲/
۱۵۶/	جناب محمد اسمعیل صاحب غوری	ہے ۲/

دوستوں کی ہمدردی کا عملی ثبوت

جن دوستوں نے اس آڑے وقت میں نور کے ساتھ عملی محبت کا ثبوت دیا ان میں سے چند احباب کرام کے نام تو ۱۷ اگست کے پرچہ میں شائع ہو چکے ہیں باقی دوستوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں الحمد اللہ ان دوستوں کو جزا خیر دے۔ اور دوسرے دوستوں کو جنہوں نے تا حال اس ضروری فرض کی طرف توجہ نہیں کی توفیق دے کہ وہ بھی اس نازک وقت میں ایک مجاہد اور غازی پرچہ کی اعانت کے لئے عملی رنگ میں حصہ لیں۔

اسم گرامی	تعداد خریدار
جناب مولوی عبد الرحمن صاحب پنشنر انبالہ	۲
جناب سید عباس علی شاہ صاحب گارڈ	۱
جناب بابو محمد اسمعیل صاحب گوجرانوالہ	۲
جناب رفیع الزمان صاحب	۱
جناب شاہ محمد صاحب احمدی	۲
جناب سیٹھ عبد الصمد الدین صاحب	۴
جناب سرور شاہ صاحب بھوچال	۱
جناب شیخ حمید احمد صاحب	۱
جناب چودہری ابو محمد عبد اللہ صاحب*	۲
جناب چودہری عطا محمد صاحب اہی عنا	۳
جناب منشی فتح محمد صاحب	۱
جناب چودہری کرم الہی صاحب	۱
جناب شیخ فضل الرحمن صاحب اختر (جن کی قیمت کا ذمہ شیخ صاحب موصوف خود لیتے ہیں)	۷
جناب خانبہادر میرزا غلام صمدانی خاں	۱
جناب حاجی غلام احمد صاحب	۱
جناب فضل الدین صاحب	½
جناب گلاب الدین صاحب ہیڈ کنسٹیبل	۱
جناب مولوی غلام محمد صاحب ایم اے	۱
جناب علی احمد خان صاحب	۱

*ایک وی پی واپس آگیا۔

اسم گرامی	تعداد خریدار
جناب ابوطاہر محمود احمد صاحب	۱
جناب ڈاکٹر پیر بخش صاحب	۱
جناب شیخ حسن صاحب	۱
جناب ملک سردار خانصاحب	۱
جناب بابو فیروز الدین صاحب	۱/۲
جناب مولوی عبدالرحیم اڑیسہ	۱
جناب خانبہادر شیخ محمد حسین صاحب	۱
جناب سیٹھ علی محمد صاحب	۱
جناب محمد شفیع صاحب قریشی	۱
جناب محمد رفیق صاحب	۱
جناب رسالدار محمد یعقوب خانصاحب	۱
جناب محمد غزن صاحب جمعدار	۱
جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب	۱
جناب شیخ غلام حمید صاحب	۱
جناب مولوی محمد احسان الحق صاحب	۱
جناب چودہری فقیر محمد صاحب	۱
جناب ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب	۱
جناب مولوی فضل الہی صاحب	۱
جناب عبدالقدیر صاحب	۱
جناب میاں محمد شریف صاحب	۲
جناب عبداللہ صاحب	۱
جناب بابو محمد حسن صاحب	۱
براہ راست	۳
میزان	۶۰
میزان کل	۲۴ / ۸۴

گویا نور کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے ابھی تین سو اور خریداروں کی ضرورت ہے۔ ۱۷ جولائی کو ۳۲۵ جوابی کارڈ دوستوں کے نام بھیجے گئے تھے ان میں سے اس نازک وقت میں ۵۳ احباب نے تو اپنی عملی ہمدردی کا ثبوت دیدیا۔ اور ۲۶ احباب نے اعانت کا وعدہ فرمایا ہے۔ گویا حقیقی معنوں میں اسوقت تک صرف ۵۴ دوستوں نے اس نازک وقت میں نور جیسے غازی اور مجاہد پرچہ کے ساتھ عملی محبت کا ثبوت دیا اور ابھی ۲۷۲ احباب کی طرف یہ فرض جوں کا توں قائم ہے جنہوں نے تاحال اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں نور کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے ابھی تین سو اور مزید خریداروں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ بقیہ ۲۷۲ احباب توجہ کریں۔ تو یہ کمی ایک ہفتہ کے اندر اندر پوری ہوسکتی ہے۔ اور نور کی اعانت کا یہی وقت ہے ورنہ سہ

آئیں گے بعد مرے کیے میرے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

مجھے اپنے دوستوں پر قوی توقع رکھنی چاہئے کہ وہ دوسرے پرچہ کے چھپنے تک اس کمی کو پورا کر دینگے۔

وی پی واپس کرنیوالے دوست اس بات کو نوٹ کرلیں

کہ ان کا یہ فعل ایک غازی پرچہ کے لئے جو کھیم میں ڈالنے سے کم نہیں۔ آریوں اور سکھوں کی مخالفت واللہ نور کا بال بیکا تک نہیں کر سکتی۔ مگر وی پی واپس کرنے والوں کی یہ عادت نور کے حق میں زہر ہلاہل سے زیادہ خطرناک ہے۔ جب پندرہ روز پہلے اطلاع دیدی جاتی ہے۔ تو دوستوں کا فرض ہے۔ کہ اگر کسی صاحب کو آئندہ کے لئے نور کا سالانہ منظور نہ ہو تو وہ لکھدیں۔ گلہ ندارد مگر یہ بہت تکلیف دہ امر ہے۔ کہ باوجود کافی وقت پیشتر اطلاع دینے کے پھر وقت پر وی پی واپس کر دیں۔ اس سے نہ صرف یہی کہ ایک مجاہد اور غازی پرچہ کی نہایت سخت دلشکنی ہوتی ہے۔ بلکہ خود اپنے اخلاق پر بھی برا اثر پڑتا ہے

اپنے دانتوں کی حفاظت کرو

بخشی ہیرا منجن کے استعمال سے دانتوں کا ہلنا۔ درد کرنا گوشت خورے کا لگنا۔ مسوڑوں کا پھولنا۔ خون پیپ کا آنا پانی لگنا۔ منہ سے بدبو کا آنا وغیرہ چند روز کے استعمال سے اللہ تعالے کے فضل سے بالکل آرام ہو جائیگا۔ آزمائش شرط ہے قیمت جو فوائد کے لحاظ سے بہت کم ہے۔

فی شیشی خورد ۲۰ کلاں ۴۰

سرمہ خاص

جو آنکھوں کے ہر مرض دہند غبار۔ جالا۔ ککرے۔ پڑبال جٹا، آنکھ سے پانی آنا۔ آنکھ کی سرخی وغیرہ کے لئے اللہ کے فضل سے بہت بہت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے عینک چھوٹ جاتی ہے۔ باوجود اس قدر فوائد کے قیمت بالکل معمولی یعنی فی شیشی خورد ۶ کلاں ۱۲ محصولڈاک بذمہ خریدار قیمت اور محصولڈاک کے لئے ٹکٹ ارسال فرماویں

ملنے کا پتہ

چوہدری الہ بخش مستری ہال بازار امرتسر
یا رحمان منزل قادیان ضلع گورداسپور

کیا آپ کا گھر ان کتابوں سے خالی ہے

ماں بچے کی نگہداشت بچوں کی بے وقت موت پر ماں باپ کو سر پکڑ کر رونے کی بجائے اس غم کا علاج کرنا چاہیئے۔ زچاؤں کی صحت سے بے پرواہی اور بچوں کی پرورش سے غفلت برتنے نے خانہ داروں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ لیکن یہ رسالہ سچا رہبر ثابت ہوگا۔ بہت مقبول ہوا ہے۔ سال بھر میں دوسرا اڈیشن قریب الختم ہے قیمت ۶ علاوہ محصول ٹکٹوں کے بھیجنے میں کفایت رہے گی۔

رفیق زمیندار:۔ بلکہ ہر شخص کا بہترین رہبر ہے ہر گھر میں مویشی پلتے ہیں۔ سبزی کی کیاریاں بیچے لگاتے ہیں روپیہ پیسہ ہر شخص کو جوڑنے کا شوق ہوتا ہے بیماریوں سے بچنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے معلومات کے خزانہ دیکھکر ہر شخص خوش ہوتا ہے۔ بس یہ کتاب ان تمام باتوں کا بے مثل گنجینہ ہے۔ بہت پسند کی جارہی ہے۔ قیمت صرف ۱۲ محصولڈاک علاوہ۔ یہ ہر دو کتب مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے کی تصنیف ہیں۔ پتہ

مولوی محمد قمر مہتمم سلسلہ سرمایہ اطفال گڑگانوہ

مجھے صرف موتی سرمہ سے آرام آیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جناب منشی فخر الدین صاحب ملتانی مالک کتاب گھر قادیان تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے بدقسمتی سے گکرول کی شکایت پیدا ہوگئی ہوئی تھی۔ عام مختلف ادویات استعمال کیں۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا۔ حسن اتفاق سے میں نے اپنے قدیم عنایت فرما جناب شیخ محمد یوسف صاحب سے ذکر کیا۔ تو انہوں نے اپنا تیار کردہ موتیوں کا سرمہ عنایت کیا۔ جو میں نے ان کی ہدایت کے مطابق استعمال کیا۔ دو چار روز میں ہی وہ شکایت دور ہوگئی۔ اسی طرح میری اہلیہ کو بھی گکروں کی شکایت رہتی ہے۔ ان کو بھی ایک دو مرتبہ استعمال کرایا۔ تو افاقہ ہوا۔ اس کے لئے میں شیخ صاحب کو علاوہ شکریہ خاص کے اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں!!

اب اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے جہاں اور دوائیں ناکام ثابت ہوئیں وہاں موتی سرمہ نے فوراً اثر مسیحائی دکھلایا۔ اگر آپ کو اپنی پیاری آنکھوں کی کچھ قدر ہے تو آپ آج سے ہی موتی سرمہ کا استعمال شروع کر دیں۔ جو انشاء اللہ آپ کی آنکھوں کی ہر قسم کی شکایت دور کریگا۔ اور علاوہ نور بصارت تیز کرنے کے آئندہ بیماریوں سے محفوظ رکھے گا۔ قیمت فی تولہ صرف دو روپے آٹھ آنے (ع۸/)

اکسیر البدن رجسٹرڈ اپنی خوبیوں کی وجہ سے پہلی جس قدر دوا تیار ہوئی تھی وہ سب ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ اب نئی انشاء اللہ عنقریب تیار ہوگی۔

خواہشمند احباب جلد اپنا نام رجسٹرڈ کرالیں ورنہ پھر بعد میں دوبارہ تیار ہونے تک منتظر رہنا پڑے گا کیونکہ بوجہ قیمتی اشیاء کے کم مقدار میں تیار کی جاتی ہے۔ یہ دوا کیا ہے۔ گویا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ کمزور پٹھوں کو مضبوط بنانا صرف اس دوا کا ہی کام ہے۔ گویا ہر قسم کی بدنی، دماغی کمزوری کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ قیمت ایکماہ کی خوراک صرف پانچ روپے

اکسیر معدہ یہ کون نہیں جانتا کہ کمزور معدہ انسانی زندگی کو نکما بنا دیتا ہے گرمی کے دنوں میں تو قریباً ہر ایک معدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ درد شکم اپھارہ، باد گولہ پیٹ کا گڑگڑانا۔ بدہضمی، کمی بھوک، ترش ڈکاریں، قے، جی کا متلانا، ہیضہ، پیچش، جگر و تلی کا بڑھ جانا وغیرہ ہوتا ہے۔ اکسیر معدہ نہ صرف ان عوارض کو ہی دور کرتی ہے۔ بلکہ ہاضمہ کو تیز بھوک کو بڑھاتی ہے۔ معدہ کو طاقت دیتی اور رنگ نکھارتی ہے۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے

موتی دانت پوڈر رجسٹرڈ حکما اور ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ گندہ منہ اور میلے دانت ہزارہا بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو مقدم و ضروری سمجھتے ہیں۔ تو آج سے ہی موتی دانت پوڈر کا استعمال شروع کر دیں۔ جو دانتوں کی کل بیماریوں کو دور کرتا۔ انہیں فولاد کی طرح مضبوط بناتا۔ اور موتیوں کی طرح چمکاتا بدبو دہن کو دور کر کے پھولوں جیسی مہک پیدا کرتا۔ گوشت خورہ دانتوں سے خون یا پیپ آنا دانتوں پر میل جمنی یا ان کا زرد رہنا اور منہ سے پانی آنا غرض دانتوں کے ہر مرض کیلئے اکسیر ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ

المشتہر
منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

تبلیغ کے لئے بہترین کتابیں

آریہ مذہب کی حقیقت آریوں میں تبلیغ کے لئے بےنظیر کتاب جس پر الفضل مسلم آوٹ لک، زمیندار، سیاست وغیرہ اخبارات نے نہایت ہی زبردست ریویو کئے۔ اور اکثروں نے یہ لکھا کہ آریوں میں تبلیغ کے لئے آج تک اس سے بہتر کوئی کتاب شایع نہیں ہوئی۔ اشدھی کے جہاز کو پاش پاش کرنے کے لئے یہ بہترین تارپیڈو ہے۔ آریوں نے اشدھی کے لئے پھر سر اٹھایا ہے۔ اس لئے آج کل ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں یہ تبلیغی طمانچہ ہونا چاہیئے۔

قیمت صرف ایک روپیہ (عہ/)

ہندو دھرم کی حقیقت یعنی سناتن دھرم پر ایک تنقیدی نظر آج تک مسلمانوں کی طرف سے سناتن دھرم کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں میں تبلیغ کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کو آریوں کی طرح اسلام سے خدا واسطہ کا بیر نہیں ہے۔ لہذا اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا۔ اس کتاب کے متعلق ذی علم دوستوں کی یہ رائے ہے کہ آج تک سناتن دھرم کے متعلق کوئی ایسی جامع کتاب شایع نہیں ہوئی۔ لہذا دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اس تبلیغی حربہ کو نہ صرف خود پڑھیں بلکہ اگر اللہ اشاعت اسلام کے لئے توفیق دے۔ تو اسے کثرت کے ساتھ سناتنی دوستوں میں مفت تقسیم کریں۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ/)

پروفیسر رام دیو کے چھ سوالوں کا جواب مشہور آریہ اپدیشک پروفیسر رام دیو بی۔ اے کے اسلام پر حسب ذیل چھ اعتراضوں کا دندان شکن جواب (۱) قرآن مجید آنحضرت کا روزنامچہ ہے (۲) فرشتوں کا تذکرہ شاعرانہ ہے (۳) پردہ بری چیز ہے۔ (۴) کثرت ازدواج زناکاری ہے (۵) گوشت انسان کی قدرتی غذا نہیں ہے (۶) قرآن مجید کی نسبت گیتا اور رامائن زیادہ پاکیزہ ہیں۔ اس رسالہ میں ان سوالوں کا ایسا دندان شکن جواب دیا گیا ہے کہ معترض کو گھر تک پہنچا دیا ہے۔ اور تو اور خود پروفیسر موصوف بھی اس کو پڑھ کر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

ست اوپدیش یہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ اس کے لئے آپ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی رائے مبارک ملاحظہ کیجئے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔ "کتاب ست اپدیش میں نے پڑھی۔ مجھے یہ کتاب بہت ہی پسند آئی۔ اس کے ختم کرتے کرتے انسان کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ باوا نانک صاحب ضرور مسلمان تھے۔ اور دل اس پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ایک زیر بحث مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے اللہ آپ کی اس کوشش کو نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اٹھائے گی۔ اور بکثرت اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں تقسیم کریگی۔ دس کتابیں آپ میری طرف سے سکھوں میں تقسیم کر دیں۔ اور قیمت مجھ سے وصول کر لیں!!" قیمت صرف ایک روپیہ۔ پتہ:۔ منیجر نور بکڈپو قادیان ضلع گورداسپور